سنور گیا میرا روپ آنگن.........شازیہ مصطفےٰ

وہ تیز تیز قدم اٹھاتے اسپتال کا کوریڈور عبور کرتے پرائیویٹ روم میں آئے تو سکندر احمد کی نگاہیں ان کی منتظر تھیں وہ دو دن سے برابر انہیں دیکھنے آرہے تھے اور ان کے سارے اخراجات بھی برداشت کررہے تھے۔

''کیسے ہیں اب آپ؟'' شہل نے ان کے کمزور سے ہاتھوں کو پکڑا۔ سکندر احمد کی آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے وہ ان کی خدمت بھی کررہے تھے اور خیال بھی رکھ رہے تھے۔

''پلیز! آپ روئیں نہیں۔'' انہوں نے ان کے آنسو ٹشوز سے جذب کیے۔ پنک کاٹن کے ملگجے سے کپڑوں میں ملبوس اقصیٰ اس مہربان ہستی کو حیرانگی سے دیکھتی تھی جو اس کی جانب بھی بھولے بھٹکے نگاہ اٹھا ہی لیتے تھے۔

''سر! میں آپ کا مشکور ہوں۔'' سکندر احمد روہانسی آواز میں گویا ہوئے۔

''آپ ایسی بات کیوں کررہے ہیں۔ میرے لیے آپ بالکل بابا کی ہی طرح ہیں۔'' وہ مبہم سا مسکراتے ان کے سرہانے ہی بیڈ کے پاس کھڑے تھے اور اقصیٰ ان سے قدرے فاصلے پر چیئر پر بیٹھی تھی۔

''مجھے پتہ ہے میرا یہ ہارٹ اٹیک جان لیوا ہی ہے۔''

''ابو پلیز! ایسی باتیں نہ کریں۔'' وہ تڑپ کر ان کے پاس ہی آگئی۔ وہ تو کل کائنات تھے اس کی ماں بن کے بھی پالا اور باپ کا پیار بھی دیا تھا۔

''آپ بالکل ٹھیک ہوجائیں گے۔'' شہل نے انہیں اطمینان دلایا۔

''بس شہل بیٹا مجھے جھوٹے دلاسے نہ دو مجھے خبر ہے کہ میری کیا کنڈیشن ہے۔'' کبھی کبھی وہ سر کے بجائے انہیں بیٹا بھی کہہ لیتے تھے۔ اقصیٰ کی تو ہچکیاں ہی بندھ گئی تھیں۔ اس نے ایک اچٹتی نگاہ اس حسین مجسمے پر ڈالی مگر جلد ہی نظر چرالی تھی جو سادہ سے انداز کی وجہ سے دل کو اچھی لگی تھی۔

''بس میں چاہتا ہوں کہ اسے محفوظ ہاتھوں میں سونپ دوں۔ اس کی چچی کا تمہیں پتہ ہی ہے کیسی ہے۔ میرے بعد اس کا جینا دوبھر کردے گی۔''

''آپ زیادہ بولئے نہیں۔'' شہل نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھا وہ ان کی باتوں کا مفہوم سمجھ رہے تھے۔

''میرے پاس آج ہی تو وقت ہے بولنے کا بس میں چاہتا ہوں میری بیٹی کو آپ صرف نام کا سہارا دے دیں' بھلے چاہے اسے بیوی کا درجہ نہ دیں۔''

''ابو! آپ کیسی باتیں کررہے ہیں؟'' اقصیٰ نے ان کے پپڑی زدہ ہونٹوں پر اپنا نازک مرمریں ہاتھ رکھ دیا۔ بس اسی لمحے شہل نے اس تین گز کے آنچل میں لپٹے وجود کو بغور دیکھا۔ آنچل سر سے ڈھلک گیا تھا' دراز بالوں کی لمبی چوٹی سائیڈ پر جھکنے سے جھول گئی تھی۔

''میری بچی! اگر آج بھی نہ بولا تو پھر کبھی کچھ نہ بول سکوں گا۔'' انہوں نے دقت سے اس کا ہاتھ ہٹایا تو وہ زاروقطار رونے لگی۔

''شہل بیٹا! میری بیٹی سے آج ہی نکاح کرلو تاکہ میں سکون کی نیند سو سکوں۔''

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟'' وہ تو لق دق سے رہ گئے تھے۔ اتنا بڑا فیصلہ اور وہ یوں لمحوں میں کیسے کرلیں کیا وہ ایک مرتے ہوئے شخص کی خواہش کو رد کردیں وہ شش و پنج میں مبتلا ہوگئے۔

''میں ہاتھ جوڑتا ہوں میری بچی کو اپنا لو ورنہ یہ رل جائے گی۔'' وہ رو دیئے پھر شہل سے برداشت نہ ہوا اور انہوں نے اپنی زندگی کا فیصلہ صرف ایک لمحے میں کیا نہ کسی کو شریک کیا اور چند گھنٹوں میں ہی وہ اقصیٰ سے نکاح کرچکے تھے۔ اقصیٰ کو اچانک ہی اپنی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کرنا پڑا تھا۔ وہ بھی صرف باپ کی خاطر پھر جو وہ روئی تھی تو اسپتال تک کا تمام عملہ وہاں آگیا۔ سکندر احمد جیسے بیٹی کے سر پر سائبان کرکے پرسکون ہی ہوگئے تھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ بے ہوش ہوتی اقصیٰ کو شہل نے بڑی مشکلوں سے سنبھالا تھا صرف دو دن ہی تو ہوئے تھے اس سے ملے ہوئے اور اتنی جلدی وہ ان کی بنادی گئی تھی۔

شہل نے گھر میں سکندر احمد کی وفات کی خبر دے دی تھی لیکن اپنے نکاح کی خبر سے لاعلم ہی رکھا تھا۔

✿✿✿

سکندر احمد کو دنیا سے رخصت ہوئے ہفتہ ہی گزرا تھا کہ اقصیٰ کی چچی نے شور مچادیا وہ اب اسے کسی قیمت پر رکھنے کو تیار نہ تھیں۔

''اے میاں! جب بیوی بنالیا ہے تو لے جاؤ اسے یہاں سے۔'' وہ نخوت سے گویا ہوئیں' پہلے ہی بے چاری کو انہوں نے تنگ کررکھا تھا۔

''اری نیک بخت! کبھی تو موقع محل دیکھ لیا کرو۔'' چچا جان کو بیوی کی تلخ کلامی ہمیشہ سے ہی ناگوار گزرتی تھی مگر وہ اتنی تیز طرار عورت تھی کہ اچھے اچھوں کے چھکے چھڑا دیتی۔

''ہائے ہائے...... میں نے ایسا کیا کہہ دیا ہے۔ سکندر کی اولاد کو ہم یہاں نہیں رکھ سکتے کردیا اس نے بیاہ اپنے مالک کے بیٹے سے۔'' وہ تو اسی دن سے ہی جلی ہوئی تھیں کہ اقصیٰ ایک کروڑ پتی خاندان کی بہو جو بن گئی تھی۔

''آنٹی میں انہیں لے جاؤں گا لیکن تھوڑا مجھے وقت تو دیں۔'' فان کلر کے کرتے شلوار میں لمبے چوڑے شہل خاصے چارمنگ لگ رہے تھے۔ اندر کے کمرے سے تحریم پردے کی اوٹ سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

''کتنا وقت دیں' مجھے اوپر کا حصہ کرائے پر دینا ہے۔ ان باپ بیٹی کو میں نے رکھا ہوا تھا صرف رحم کھا کے کہ لڑکی کو لے کے وہ کہاں جائیں گے۔'' چچی جان تخت پر بیٹھی ہاتھ کا پنکھا زور زور سے جھل رہی تھیں جب کہ شہل برآمدے میں پڑی ایک کرسی پر سر جھکائے مؤدب انداز میں بیٹھے تھے۔

''ایک تو تمہارے اماں باوا بھی اس نکاح میں شریک نہ ہوئے بتاؤ رکھو گے کہاں اسے......؟'' وہ استفسار کرنے لگیں۔

''اچھا میں ذرا اقصیٰ سے ملنا چاہوں گا۔'' انہوں نے تیز لہجے میں کہتے ہوئے ان کی بات ہی کاٹ دی۔ کب سے وہ ان سے ترش روی سے ہی بول رہی تھیں اور وہ ویسے بھی کم گو سے تھے اتنا بولنا کسی کا ان کی طبیعت پر گراں ہی گزرتا تھا۔

''اے لو بیٹا! میں بات کیا کررہی ہوں تمہیں بیوی سے ملنے کی پڑگئی۔'' انداز ان کا خاصا فہمائشی تھا۔ پنکھا انہوں نے زور سے تخت پر پٹخ دیا۔

''دیکھئے یہ میرا مسئلہ ہے وہ کہاں رہے گی؟'' وہ بھی بھنا ہی گئے۔

''ٹھیک ہے پھر میرا مسئلہ سلجھاؤ۔ ابھی تم اس سے نہیں مل سکتے جاؤ یہاں سے۔'' انہوں نے بدلحاظی کی حد ہی کردی۔ شہل احمد لب بھینچ کے رہ گئے بس ایک تیکھی نگاہ ڈالی اور تیزی سے باہر نکل گئے۔

''کبھی تو آئے گئے کا لحاظ کرلیا کرو۔''

''بس بس' زیادہ مجھے لیکچر دینے کی ضرورت نہیں ہے۔'' ہمیشہ وہ چچا کو ڈانٹ ہی دیتی تھیں

اندر بیٹھی اقصیٰ سب سن رہی تھی۔ باپ کی موت کا غم کیا کم تھا کہ اس پر متضاد یہ غم کہ وہ نہ جانے کہاں جائے گی۔

''آپی! آپ کے دولہا صاحب تو کسی ہیرو سے کم نہیں ہیں۔'' تحریم بڑی خوش تھی کہ اس کی کزن کا جیون ساتھی اتنا ہینڈسم اور چارمنگ ہے۔ بالکل اسی کی طرح بے اختیار اس نے اقصیٰ کو گلے لگالیا۔

''آپی! آپ خوش نہیں ہیں۔''

''کیسے خوش ہوں؟'' وہ رودی۔

''آپ اماں کی باتوں کا برا مت مانا کریں۔ وہ کبھی بھی کچھ بھی بول دیتی تھیں۔'' ہمیشہ وہ اسے یہی دلاسہ دیتی تھی۔ بچپن سے ہی اس نے اقصیٰ کو بڑی بہنوں کی طرح ہی سمجھا تھا اور پھر وہ بھی تو اسے اور فراز کو اتنا پیار کرتی تھی۔

''میں کہاں برا مانتی ہوں۔ شاید میری قسمت ہی خراب ہے۔ میرے دنیا میں آتے ہی ماں چلی گئی۔ اب باپ بھی۔'' لہجے میں اس کے دکھ و کرب پنہاں تھا۔

''آپ کی قسمت بہت اچھی ہے اور مجھے پتہ ہے شہل بھائی مجھے جیسے دیکھنے میں لگ رہے ہیں' فطرتاً بھی اچھے ہوں گے۔'' تحریم نے اس کے آنسو پونچھے۔ اندر چچی آئیں تو وہ چپ ہوگئی ورنہ الگ ان کی صلواتیں سننے کو ملتیں۔

✿✿✿

''بابا! سکندر انکل کی بیٹی کو ہم یہاں کچھ دنوں کے لیے رکھ لیں۔'' شہل رات کو ان کے کمرے میں چلے آئے تھے تاکہ اقصیٰ کے بارے میں بات کرسکیں۔

''کیوں سکندر کی بیٹی کو اس کے چچا چچی نہیں رکھ رہے؟'' بابا نے چونک کے ان کے سنجیدہ سے پرسوچ چہرے کو دیکھا۔

''سکندر انکل نے کہا تھا آخری وقت کو ان کی بیٹی کو ان کے بھائی کے پاس نہ چھوڑا جائے۔'' نگاہ ان کی جھکی ہوئی تھی۔ دل میں چور بھی تھا وہ کیسے ان کو بتادیتے۔

''غیروں سے زیادہ تو اپنے بھلے ہوتے ہیں۔'' زینب نے مداخلت کی۔

''امی! ان کی بیٹی بھی وہاں رہنا نہیں چاہتی ہے۔ کچھ اس کی چچی مزاج کی تیز ہیں' وہ تو انکل مجبوری میں اسے وہاں چھوڑ آئے تھے۔'' وہ جھٹ بولے۔

''لیکن مجھے یہ مناسب نہیں لگ رہا۔'' زینب خاصی پرانے خیالوں کی تھیں وہ ہر قدم بہت دیکھ بھال کے رکھتی تھیں۔

''امی! کبھی کبھی اپنے سے غیر بھی اچھے ہوتے ہیں اور پھر سکندر انکل نے مجھ سے وعدہ لیا تھا اس لیے میں ان کے وعدے کے خلاف نہیں جاسکتا۔'' وہ پہلی بار ذرا تیز لہجے میں ان سے مخاطب ہوئے تھے۔

''ٹھیک ہے شہل! اگر بچی آنا چاہے خوشی سے اور اس کی چچی کوئی فساد نہ کھڑا کرے تو بے شک لے آنا۔'' بابا نے کافی دیر سوچنے کے بعد انہیں اجازت دے دی تھی۔ شہل نے تشکر بھرا سانس لیا۔ یہ معرکہ بھی سر ہوا۔ باقی کے معاملے وہ آہستہ آہستہ سلجھا ہی لیں گے اور پھر اچانک ہی سب کو بتا بھی دیں گے کہ وہ شادی کرچکے ہیں۔

''سنو شہل!'' بابا قدرے توقف کے بعد گویا ہوئے۔

''جی .....'' انہوں نے سوالیہ نگاہ اٹھائی۔

''فرجام کو اگر تم سمجھا سکتے ہو تو سمجھا لو ورنہ میں اس کا گھر میں گھسنا ممنوع قرار دے دوں گا۔''

''اب کیا کیا ہے اس نے؟'' وہ مسکرائے۔

''گدھا گیارہ بجے سے پہلے اٹھتا نہیں ہے۔ آفس کے معاملے میں اسے دلچسپی نہیں ہے خاک وہ اپنا مستقبل بنا سکے گا۔'' وہ غصے میں آ گئے۔

''بابا! وہ ابھی بچہ ہے۔''

''یہ جو تم بچہ کہتے ہو نا مجھے اور غصہ آتا ہے۔ تم سے صرف چار سال چھوٹا ہے۔ کوئی بچہ نہیں ہے۔''

''آپ بھی ناں بس اس کے پیچھے ہی لگے رہتے ہیں۔'' زینب منہ بنائے گویا ہوئیں۔

''اسے تباہ کرنے میں تمہاری ماں کا بھی ہاتھ ہے۔ لال کہہ کہہ کر اسے سر پر چڑھایا ہوا ہے۔'' انہوں نے ناگواری اور طنز سے کہا۔

''بابا! آپ فکر نہ کریں فرجام کو سمجھانا میرا کام ہے۔'' وہ انہیں یقین دلاتے ہوئے کمرے سے نکل گئے مگر لاؤنج سے تیزی سے نکلتے ہوئے فرجام سے ان کی ٹکر ہو گئی۔

''یار بھائی! آپ نے بھی ڈرا دیا میں سمجھا بابا ہیں۔'' وہ بلیک پینٹ پر لیمن کلر کی ٹی شرٹ میں جھنجلایا ہوا تھا۔

''بابا اپنے کمرے میں ہیں، تمہاری کسی دن خیر نہیں ہے۔''

''میرا آپ منہ نہ کھلوایئے۔ آج آفس گیا تھا۔ پورے اسٹاف کے سامنے اتنی عزت افزائی کی ہے کہ کیا بتاؤں ..... آپ تو تھے نہیں وہاں۔'' وہ چڑ کے بولا۔

''ایک بجے گئے ہو گے۔''

''مجھ سے نہیں جایا جاتا صبح ہی صبح۔'' دھڑ سے ہال کے کاؤچ پر بیٹھا۔

''ابھی تو نہیں تم سے کل فرصت سے بات کروں گا۔'' وہ اپنے کمرے میں جانے کے لیے سیڑھیوں کی جانب بڑھنے لگے۔

''بھائی! مجھے آپ کافی دنوں سے مشکوک لگ رہے ہیں۔'' اس نے کن اکھیوں سے معنی خیز لہجے میں کہا۔

''بکواس کم کیا کرو۔'' وہ دھڑ دھڑ زینہ چڑھ گئے۔

فرجام کا فلک شگاف قہقہہ پڑا تھا جو شہل نے مسکراتے ہوئے سنا تھا۔ شرارتی بھی بہت تھا بات کو تو چٹکیوں میں اڑاتا تھا۔

✿✿✿

''دیکھئے پلیز! جتنا بھی رونا دھونا ہے آپ رولیں۔'' شہل اس کے سر پر کھڑے کھسیائے ہوئے انداز میں بولے اس کے رونے کو بریک لگا جو تسلی نام کے دو لفظ بھی ادا نہ کر سکے تھے۔

''میں نے آپ کو اس لیے یہ سب بتایا ہے تاکہ آپ کو اچانک شاک نہ لگے۔'' وہ اس کے سامنے پڑی چیئر پر بیٹھے تھے اور وہ سارا سامان ہی پیک کرنے بیٹھی ہوئی تھی۔

''آپ مجھے یہیں رہنے دیں۔'' اس نے آنسو پونچھے۔

''آپ کی چچی صاحبہ ایک منٹ برداشت کرنے کی تیار نہیں ہیں۔'' وہ چیخے۔ ''دیکھئے آپ اگر میرے گھر والوں کو اپنانا چاہتی ہیں تو پہلے انکا بنئے گا۔ ان کی ہر بات مانیے گا پھر خود بخود حالات آپ کے موافق ہو جائیں گے۔ میں سب کو بتا دوں گا آپ سے میں نے نکاح کیا ہے۔'' انہوں نے اقصیٰ کے نرم و نازک ہاتھوں کو تھاما وہ جھینپ گئی۔

''میری چچی بھی ذرا تیز مزاج کی ہیں بالکل آپ کی چچی کی طرح لیکن اگر آپ ان سے بحث نہیں کریں گی ان کا کہا مانیں گی تو وہ خوش رہیں گی۔'' وہ آہستہ آہستہ اسے بتا رہے تھے۔

''آپ کے بہن بھائی کتنے ہیں۔'' کانپتی آواز میں پوچھا۔

''بہن بھائی۔'' مسکراتے ہوئے زیر لب بولے۔ ''ہم تین بھائی ہیں۔ میں سب سے بڑا ہوں، پھر فرجام ہے۔ اس سے چھوٹا طلحہ لیکن فرجام خاصا شرارتی ہے۔ اس نے اس کی باتوں کا بھی برا مت مانیے گا۔''

''گھر میں امی اور بابا، امی بہت نرم طبیعت کی جب کہ بابا خاصے بارعب ہیں میں خود ڈرتا ہوں۔ البتہ فرجام اور بابا کی کبھی نہیں بنی ہے۔'' وہ ہنسے۔

اقصیٰ ان کے گھر کے ایک ایک فرد کے بارے میں جان چکی تھی۔ شہل کو وقت گزرنے کا احساس ہوا پانچ بج گئے تھے۔ اس کا سامان اتار کے نیچے لائے پھر اجازت لے کر وہ رخصت ہوئے تھے۔ اقصیٰ پورے راستے روتی ہی رہی تھی۔ جب گاڑی ایک خوب صورت سے بنگلے کے پورچ میں رکی تو وہ چونک گئی۔ اورنج کاٹن کے کپڑوں کا آنچل حسب معمول اچھی طرح لپیٹ کے اوڑھ رکھا تھا۔

''آپ بیٹھئے ادھر۔'' شہل اسے ہال کمرے میں ہی لے آئے تھے۔ کچھ ہی دیر میں باقی افراد بھی جمع ہو گئے۔ اقصیٰ نے سب کو ہی بڑے ادب سے سلام کیا تھا۔

''بھابی! یہ شہل کی عقل پر پردہ کب پڑا؟'' چچی جان نے طنز سے منہ کھولا۔

''چچی جان!'' وہ چونکے پھر ڈرے بھی کہ وہ اقصیٰ کو کچھ نہ کہہ دیں۔

''جوان لڑکوں کا گھر ہے۔ تم ایسے کیسے لے آئے لڑکی کو یہاں؟''

''آپ کا کیا مطلب ہے، ہم جوان لڑکے بُری کمپنی کے ہیں۔'' فرجام تو تھا بھی خاصا منہ پھٹ بولے بغیر نہ رہ سکا۔ اقصیٰ نے ایک نگاہ اس پر ڈالی۔

''لڑکے تُو تو بک بک کرتا ہے۔'' انہوں نے فرجام کو گھورا۔

''نہ بے چاری سے نام پوچھنے دیا نہ کچھ ..... فوراً اعتراض شروع کر دیا۔'' فرجام دو قدم چل کے اقصیٰ کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

''بھابی! دیکھ لیں لڑکے کو۔'' چچی جان نے فکرمندی سے ان کی توجہ فرجام کی سمت کرائی جو شرمائی لجائی اقصیٰ کو دلچسپ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

''ابھی تو ہم لڑکی کو دیکھ رہے ہیں۔'' وہ بغور دیکھنے لگا جب کہ وہ نروس سی ہونے لگی۔ فرجام کی شوخ طبیعت کی وجہ سے پھر گھبراہٹ اور فکر تو یہ چچی جان نے کر دی تھی جو بالکل اس کی چچی کی ہم پلہ لگ رہی ہیں۔

''سوچ لیا ویسے کیا سوچا .....؟'' فرجام نے اس کے چہرے کو دیکھا جہاں تفکر کی لکیریں واضح تھیں۔

چچی جان تو چڑ کر ہی چلی گئی تھیں باقی کزن بھی وہیں آ گئے تھے۔ اقصیٰ سے سب نے ہی تعارف حاصل کر لیا تھا۔

''بھائی لڑکی کافی خوب صورت ہے۔''

''فرجام .....'' شہل نے اسے مکا دکھایا۔

وہ ہنسنے لگا۔ کافی دیر تک وہ اسے ٹارگٹ پر لیے ہی رہا۔ شہل بس اس کی باتوں پر مسکراتا رہا۔ گاہے بگاہے نگاہ کرن سے بات کرتی اقصیٰ پر بھی ڈال لیتے تھے جو شاید کسی بات پر مسکرا رہی تھی۔

✿✿✿

ہال کمرے میں نوجوان پارٹی اپنی محفل جمائے بیٹھی تھی اور اقصیٰ ان سب کے درمیان خاموش ہی تھی۔ اسے آئے ہوئے بھی دس دن تو ہو ہی گئے تھے۔

''اقصیٰ باجی! آپ اتنا کم کیوں بولتی ہیں؟'' کرن نے حیرانگی کا اظہار کیا۔

''ہاں تمہاری طرح چپڑ چپڑ کرتی رہیں ناں۔'' رافع نے کشن اٹھا کے اس کے منہ پر مارا تو وہ بلبلا کر اٹھ گئی۔

''امی! امی! دیکھئے رافع بھائی کو .....'' وہ چیخنے ہی لگی۔ رافع بے چارا ایک دم گھبرا گیا کیونکہ امی آئیں نہیں اور سب کی کوشالی ہوئی نہیں۔

''کب سدھرو گے تم دونوں؟ ہر وقت بچوں کی طرح دھینگا مشتی ہوتی رہتی ہے۔'' چچی جان برہم ہوتی چلی آئیں۔ اقصیٰ نے پہلو بدلا کیونکہ ایک طنزیہ اور کٹیلی نگاہ اس پر بھی ڈالی تھی۔

''امی! رافع بھائی نے کشن مارا ہے۔''

''یہ ہر وقت تم لوگ کیا کھی کھی لگائے رکھتے ہو۔ تم لوگوں کو تو کوئی کام نہیں ہے۔ طلحہ آج تم نے کوچنگ کی بھی چھٹی کر لی اور یہ حمزہ بھی کچھ زیادہ ہی ناکارہ ہو رہا ہے۔''

ایک سانس میں ہی انہوں نے سب کی خبر لے ڈالی تھی۔ اقصیٰ شرمندہ ہوتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ ان کے سامنے تو اس کی جان نکلتی تھی۔

''چچی جان! آج کی چھٹی تھی۔'' طلحہ نے فلور کشن پر آرام سے دھرنا دیا۔

''پلیز امی! کبھی تو آپ بغیر ڈانٹے بھی بات کر لیا کریں۔''

''بند کرو بک بک۔'' انہوں نے حمزہ کو جھڑک دیا وہ تو دبک کر طلحہ کے پیچھے ہی بیٹھ گیا جب کہ رافع اوپر بھاگ گیا کیونکہ ان کی توپوں کا رخ اس کی جانب ہونے والا تھا۔

''سنو لڑکی! کیا ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھی رہتی ہو۔ کام وام بھی آتا ہے یا نہیں؟'' وہ کڑے تیوروں سے گھور رہی تھیں۔ اقصیٰ نے ایک نگاہ ان پر ڈالی جو واقعی غضب ناک ہی لگ رہی تھیں بلکہ اس کی چچی سے بھی زیادہ ہی۔

''جج ..... جی آتا ہے۔'' وہ منمنائی۔

''لڑکیاں کام کرتی ہوئی اچھی لگتی ہیں۔'' انہوں نے اس کے جھکے ہوئے سر کو اثبات میں ہلتے دیکھا پھر فوراً اس نے جانے کا قصد کیا۔

''اور ہاں ایک بات کان کھول کر سن لو۔ اس گھر میں تم صرف چند دن کے لیے آئی ہو مالکن بننے کے خواب مت دیکھنا۔''

اندر آتے فرجام نے چچی جان کا ہتک آمیز رویہ تاسف بھری نگاہوں سے دیکھا۔ اقصیٰ تو منہ سے ایک لفظ بھی نہیں بول پائی تھی۔

''آپ مجھے غلط سمجھ رہی ہیں۔'' وہ روہانسی ہوگئی۔

''میں تم جیسی لڑکیوں کو خوب سمجھتی ہوں۔ شہبل اگر تمہیں یہاں لایا ہے تو تم اس پر قبضہ جما لو گی بھول کے بھی اس گھر کے کسی بھی لڑکے کے متعلق سوچنا بھی مت۔''

لہجے میں ان کے اتنی کاٹ اور حقارت تھی کہ وہ لب کاٹنے لگی کیونکہ شہبل کی نصیحت کے مطابق اسے ان کا ناروا رویہ بھی برداشت کرنا تھا۔

''امی! آپ بے چاری اقصیٰ باجی کو کیوں ڈانٹ رہی ہیں۔'' کرن کو اس کی رونی صورت پر ترس آنے لگا تھا۔

''تم بڑوں کی باتوں میں ٹانگ مت اڑایا کرو۔'' انہوں نے سرزنش کی۔ کرن نے تاسف سے سر ہلایا اور پیر پٹختی ہوئی چلی گئی۔ باری باری حمزہ اور طلحہ نے بھی کھسک جانے میں عافیت جانی۔

''زیادہ مظلوم بننے کی کوشش مت کرنا سمجھیں۔'' پھنکارنے لگیں بغور اس کا جائزہ لیا۔ نرم و نازک سی اقصیٰ اس پر فسوں خیز آنکھیں سرخ و سپید رنگت ہاتھ پیروں میں اتنی نزاکت تھی کہ ہر کوئی چونکے بنا نہ رہتا تھا۔

''اونہہ۔'' پھنکار کے چلی گئیں۔''

فرجام نے اقصیٰ کو روتے دیکھ لیا تھا جو آنسو آنچل کے کونے سے جذب کر رہی تھی۔ بڑے فریش انداز میں وہ آیا تو اچھل ہی گئی۔

''ارے اتنی ڈرپوک ہیں آپ تو اقصیٰ جی۔'' وہ اسے اسی طرح مخاطب کرتا تھا۔ وہ بس ایک نظر اس شوخ و چنچل سے فرجام کو دیکھ کے رہ گئی جو ہنسانے کے گر سے بھی واقف تھا۔

''کتنی ظالم ہیں نا ہماری چچی جان۔'' وہ مسکرایا۔

''پلیز! آپ بڑوں کے متعلق ایسا مت کہا کریں۔''

''کیا.....؟ ارے وہ آپ کو ڈانٹ کے گئی ہیں۔'' اسے تو حیرانگی کا جھٹکا لگا۔

''وہ بڑی ہیں ڈانٹ بھی سکتی ہیں۔'' وہ فرجام سے ان کے متعلق کوئی بھی تبصرہ نہیں کرنا چاہتی تھی حالانکہ دل تو اندر سے یہ کہہ رہا تھا کہ چیخ چیخ کے چچی جان کو خوب سنائے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی۔

''آپ بس چچی جان کی ہاں میں ہاں ملایئے پھر دیکھئے گا سب سے چہیتی آپ ہی ہوں گی۔'' بلیو جینز کی شرٹ پر بلیو ہی شرٹ میں وہ سینے پر بازو لپیٹے معنی خیزی سے بولا۔

''مجھے کسی کی چہیتی نہیں بننا۔'' تڑخ کے بولی۔

''کیوں بھائی کی چہیتی بننا ہے۔''

''پلیز فرجام!'' وہ جھینپ گئی۔

''اب میں تو مذاق کر رہا تھا۔'' وہ ہنسا اقصیٰ اسے کوئی بھی بات کا موقع دیئے بغیر اندر کی جانب بڑھ گئی خوامخواہ پھر ایشو بن سکتا تھا۔

اس نے خود کو گھر کے تمام کاموں میں مصروف کر لیا تھا کچن کی ساری ذمہ داری اسی کی تھی اور دیگر افراد کی ذمہ داری بھی اس پر چچی جان نے ڈال دی تھی۔ وہ منہ بند کیے ان کی ساری مانتی جا رہی تھی۔ اگر کبھی کوئی حکم نہ دیتیں تو وہ شہبل کی امی ہی تھیں جن کا رویہ اس کے ساتھ شہد آگیں ہی ہوتا تھا۔ بابا بھی اس کا خیال ہی کرتے تھے۔

''آج کا کچھ وقت مجھے مل سکتا ہے؟'' شہبل آفس سے آئے اور اسے تلاشتے ہوئے کچن میں ہی آگئے وہ رات کے کھانے کے لیے روٹیاں پکا رہی تھی ان کی گھمبیر اور گرج دار آواز پر چونکی۔

''ایک مہینہ سے اوپر ہو گیا ہے آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔'' کچھ کھسیائے ہوئے سے لگے جو انہیں موقع ہی نہیں دے رہی تھی۔ صرف چچی جان کی عقابی نگاہوں کی وجہ سے جو ہمہ وقت اسی پر گاڑے رہتی تھیں۔

''آپ کی چچی جان نے دیکھ لیا تو ٹھیک نہ ہوگا۔'' وہ روئی بیل رہی تھی اور وہ نیوی بلیو تھری پیس سوٹ میں گلے میں پڑی ٹائی کو نکال کے اسے گھورنے لگے۔

''رات کا پہر ایسا ہوتا ہے کہ تم آسکتی ہو۔'' ایک دم ہی وہ آپ سے تم پر آگئے۔ اقصیٰ ان کا بدلہ بدلہ خمار آلود لہجہ نوٹ کر چکی تھی۔

''لیکن وہ.....'' وہ گھبرائی۔

''رات کو میں سوؤں گا نہیں تم آؤ گی سمجھیں۔'' وہ اس کی فسوں خیز آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے مخمور لہجے میں گویا ہوئے اس کی نظر جھک گئی۔

''ایک گلاس پانی دیجئے گا۔'' فرجام کی اچانک ہی آمد نے دونوں کو گڑبڑا دیا تھا۔ شہبل لمبی سانس بھر کے رہ گئے۔

''فریج سے بوتل نکالو اور خود لو۔'' اقصیٰ خود کو بدستور روٹیاں پکانے میں مصروف ظاہر کرنے لگی۔

''ہاں جی ٹھیک ہے ہم خود ہی نکال کے پئیں اور بھائی کو اپنے ہاتھوں سے دیا جائے۔''

''بکواس بند کرو۔'' شہبل اس کے دھپ لگاتے کچن سے نکل گئے۔

''ویسے کیا گفتگو ہو رہی ہے۔'' اس نے پانی کا گھونٹ بھرنے کے بعد رازداری سے پوچھا۔

''وہ کچھ نہیں۔'' برنر بند کر کے روٹیاں اس نے رومال میں لپیٹیں۔

''محترمہ! کچھ تو گڑبڑ ہے۔ بھائی نے رات کو کمرے میں آنے کو کیوں کہا ہے۔ دیکھنا آج میں بھی شرلاک ہومز بنا ہوں۔'' لمحوں میں اس نے سوچا گلاس کاؤنٹر پر رکھ کر چلا گیا۔

رات کو سب ہی کھانے سے فارغ ہوئے تو جلدی جلدی اس نے کچن سمیٹا۔ چچی جان اور چچا جان اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔ باقی کے تمام افراد ابھی لاؤنج میں تھے جب تک وہ فارغ ہوئی انہیں بھی زینب نے ڈانٹ کے کمروں میں بھیجا۔

''آج تم بھی جلدی لیٹ جاؤ تھک گئی ہو گی۔'' زینب نے پیار بھری نگاہوں سے اقصیٰ کو دیکھا جو انہیں جب بھی دیکھتی تھی بڑی تعظیم کے ساتھ۔

''امی! ایک کپ چائے میرے کمرے میں بھجوا دیجئے گا۔'' عقب سے شہبل کی آواز آئی تو اقصیٰ کا دل دھڑک اٹھا۔

''اچھا بھجواتی ہوں۔'' وہ بولیں۔

''امی! فرجام کدھر ہے۔ کافی دیر سے نظر نہیں آرہا۔'' وہ جاتے جاتے مڑے۔

''کمرے میں ہوگا۔'' چولہے پر چین رکھ چکی تھیں۔

''دیکھ لیا ہے۔'' وہ دوبارہ اسے ڈھونڈنے چلے گئے تھے۔

اقصیٰ نے ہی پھر چائے بنائی اور اسے ہی چائے لے جانی تھی۔ کپ کو ٹرے میں رکھے وہ کچن سے باہر آئی کوئی بھی نہ تھا ڈر بھی لگ رہا تھا۔ سبک خرامی سے سیڑھیاں چڑھتی ہوئی آگئی۔ دروازے پر ناک کیا تو ایک دم کھل گیا۔

''میں تو سمجھا تھا کہ آج بھی نہیں آؤ گی۔'' وہ کاسنی کپڑوں میں شرمائی لجائی سی اقصیٰ کے ہاتھ سے ٹرے لے چکے تھے۔ پہلی بار اس نے ان کے کمرے میں قدم رکھا تھا۔ جہازی سائز بیڈ، بڑی سی وارڈ روب ڈریسنگ ٹیبل وال ٹو وال کارپٹ، دروازے اور کھڑکیوں پر دبیز پردے وہ حیرانگی سے دیکھتی رہی۔

''ادھر بیٹھو آ کے۔'' انہوں نے بیڈ پر ہی اپنے قریب اشارہ کیا۔

''دیکھئے مجھے اچھا نہیں لگ رہا ہے ایسے آنا۔ آپ کی امی کیا سوچیں گی.....''

''اس وقت کوئی بات نہیں ہوگی صرف میری اور تمہاری ہوگی۔'' چند بول سے ہی وہ اس رشتے میں بندھ گئے تھے اور شہبل کو فطری جذبات اکسا رہے تھے کہ وہ ان کی ہے اور پورا استحقاق رکھتے ہیں۔

''جب تک ہمارا رشتہ سب کے سامنے نہیں آجاتا پلیز آپ.....'' اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا جو وہ تھام چکے تھے۔

''تم یہ شرط مجھ پر عائد کیوں کر رہی ہو وقت آنے پر میں بتا دوں گا۔'' وہ غصہ میں آگئے کیونکہ اس نے اپنا آپ جوان سے چھڑا لیا تھا۔

''ٹھیک ہے وقت آنے پر میں بھی آپ کو نہیں روکوں گی۔'' اس وقت وہ بھی روکھی پھیکی بن گئی تھی۔ وہ حیرانگی سے اس لڑکی کو دیکھنے لگے جو ان کے سامنے ڈری سہمی ہی رہتی تھی۔

''اقصیٰ! تم مجھ پر اعتبار نہیں کر رہی ہو۔'' وہ افسردہ سے ہو گئے۔

''بات اعتبار کی نہیں ہے بلکہ دل کی ہے آپ نے مجبوری میں مجھ سے رشتہ جوڑا ہے اس لیے میں مزید آپ پر بوجھ نہیں بننا چاہتی۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی اور تیزی سے اٹھ کے کمرے سے چلی گئی تھی۔ شہبل ہکا بکا بس سنتے ہی رہ گئے تھے۔

اندر کمرے میں موجود پردوں کے پیچھے چھپے فرجام نے بھی سب سنا تھا۔

✿✿✿

''بھابی وہ رفیق ہے ناں اس کا بھانجا وہ شادی کرنا چاہ رہا ہے۔''

''حمیرا! تم کچھ تو خیال کرو زبردستی کسی کی بیٹی کو کیوں باندھنے کو ہو۔'' زینب نے ناگواری اور غصہ کا اظہار کیا۔

''رفیق ہمارا چوکی دار ہے اچھا ہے دیکھا بھالا ہے پھر بھانجا بھی اچھا ہی ہوگا۔''

''چچی جان! آپ کیوں اتنی فکر کرتی ہیں اقصیٰ کی۔'' فرجام نے انہیں شانوں سے پکڑا وہ چونک کر اسے دیکھے گئیں۔

''مجھے تمہارا ہی تو خطرہ ہے۔ اس لڑکی نے اپنی معصومیت سے اگر تم دونوں بھائیوں کو پھانس لیا تو ہم تو مارے گئے ناں۔''

''حد کرتی ہو حمیرا! میرے بیٹے ایسے نہیں ہیں۔ تم خوامخواہ فکر چھوڑ دو۔'' وہ کٹی ہوئی پالک کو کچن میں لے گئیں' جہاں اقصیٰ دوپہر کا کھانا تیار کر رہی تھی۔ باہر سے آتی ہوئی آوازیں بھی اس کے کانوں میں پڑ رہی تھیں۔

''اقصیٰ بیٹا! تم حمیرا کی باتوں کا خیال مت کرنا' وہ بس ایسے ہی بول دیتی ہے۔'' انہوں نے اقصیٰ کے شانے پر ہاتھ رکھا وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دی۔

''بیٹا! آپ کے ماموں وغیرہ خالہ کوئی نہیں ہیں؟''

''اصل میں آنٹی میری امی اکلوتی تھیں اس لیے ایسا کوئی رشتے دار بھی نہیں ہے کہ میں وہاں چلی جاؤں۔'' وہ جیسے ان کا اشارہ سمجھ گئی تھی۔

''میں ایسا کب چاہ رہی ہوں کہ تم جاؤ۔ پتہ ہے میرا تو کچھ اور ہی دل کر رہا ہے۔'' وہ اس کے رخسار پر ہلکی سی تھپکی دے کر گویا ہوئیں۔ اقصیٰ کی پلکیں لرز گئیں دل بھی دھڑکا۔

''کاش! میری بیٹی تمہاری طرح کی ہوتی تو میں خوش قسمت ہوتی۔''

''امی! آپ سمجھیے یہ آج سے آپ کی بیٹی ہیں۔'' فرجام پھر چھلاوے کی طرح اندر موجود تھا دونوں ہی اچھل گئیں۔

''بولیے اقصیٰ جی! ہیں ناں آپ امی کی بیٹی۔'' وہ منہ سے اقرار کروانا چاہ رہا تھا۔

''جی ......'' جھٹ بولی۔

''گڈ! بس آہستہ آہستہ سب کا بننا ہے۔'' وہ ذومعنی بولا۔ اقصیٰ نے ناسمجھی کی کیفیت میں فہمائشی نگاہوں سے اسے جانچا جو اس لمحے سنجیدہ نہ تھا۔

''لڑکے! سدھر جا۔ آفس کا چکر لگا لے ورنہ تیرے بابا پھر کسی دن خبر لے لیں گے۔''

''ہیں نا ہمارے بھیا بچانے والے ڈھال بن جاتے ہیں۔'' وہ فخریہ انداز میں اترایا تھا۔

''دونوں بھائیوں کو اس نے ہی سر چڑھایا ہوا ہے۔'' زینب نے اس کے کان مروڑے۔ وہ آئی ہوئی کرنے لگا۔

''پتہ ہے کل رات سے میں بہت خوش ہوں۔'' قدرے توقف کے بعد زینب کے کچن سے نکلتے ہی گویا ہوا۔ اقصیٰ نے نگاہ ترچھی کرتے مشکوک انداز میں گھورا۔

''خیریت۔'' سنک میں پڑے برتن دھونے لگی۔

''وقت آنے پر بتاؤں گا۔'' پراسرار لہجے میں گویا ہوا۔ وہ سمجھی ہی نہ تھی۔

''فرجام! اس وقت تم کچن سے چلے جاؤ چچی جان آسکتی ہیں۔''

''لڑکے! تم گھسے ادھر کیا کر رہے ہو؟'' چچی جان کی چنگھاڑتی آواز نے دونوں کو بوکھلا دیا مگر فرجام نے جھٹ قابو پایا البتہ اقصیٰ کا خون خشک ہوگیا۔

''تم آج کل گھر میں ہی نظر آنے لگے ہو۔''

''کیا کروں باہر دل ہی نہیں لگ رہا ہے۔'' وہ ترنگ میں آگیا۔

''کرواتی ہوں بھائی صاحب سے تم دونوں بھائیوں کا بندوبست مجھے تو ڈر ہے کوئی گل ہی نہ کھلا دو۔'' طنز وہ اقصیٰ پر کر رہی تھیں وہ تو اندر ہی اندر گرم گرم صبر کے گھونٹ اتار رہی تھی جتنی انہیں تضحیک کرنی تھی وہ کر رہی تھیں۔

''آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے گل تو ایک دن کھلنا ہی ہے۔'' وہ ہانک لگا کے بھاگ لیا۔ چچی جان دانت پیس کر ہی رہ گئیں اقصیٰ برتن دھوتی رہی۔

✿✿✿

''سنئیے یہ شہبل احمد کا ہی گھر ہے ناں۔'' وہ بڑی سی کالی چادر میں خود کو سموئے اندر آچکی تھی جب کہ وہ حیرانگی سے اس جیتے جاگتے وجود کو آنکھیں ٹپٹپا کے دیکھے گیا۔

''سنئیے مسٹر شہبل احمد ادھر ہی رہتے ہیں ناں۔'' وہ اس کے گھورنے پر چیخ ہی پڑی۔

''بجو آہستہ بولو۔'' فراز نے سرگوشی میں سرزنش کی۔

''تم چپ کرو۔'' وہ تو تنک گئی۔

''سنئیے آپ کیا گونگے ہیں۔''

''ویسے محترمہ کی تعریف؟'' فرجام اس بھنائی ہوئی لڑکی کو دلچسپ نگاہوں سے گھورنے کے بعد مخاطب ہوا۔ شام کے وقت وہ لان کی تازہ ہوا میں آگیا تھا۔

''مجھے آپی سے ملنا ہے۔'' وہ کچھ جھجک سی گئی۔

''کون آپی ......؟'' سینے پر بازو لپیٹے پھر اس سے تفتیش پر اتر آیا۔

''سنئیے بھائی' ہماری آپی ہیں ناں اقصیٰ نام ہے۔ ان کی شادی شہبل بھائی سے ہوئی ہے۔'' فراز نے جلدی ہی مدعا بیان کر دیا کیونکہ تحریم کی تیز طبیعت کی وجہ سے ضرور لڑائی ہو سکتی تھی۔

''شادی ہوئی ہے اچھا کب؟'' فرجام ذرا بھی نہ چونکا تھا۔

''سکندر تایا کا جس دن انتقال ہوا ہے اسی دن نکاح ہوا تھا۔'' فراز نے آہستہ آہستہ اسے سب کچھ بتا دیا۔ فرجام کے ہونٹوں پر دلفریب مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

''ایسا کرو بھئی آپ لوگ ادھر لان میں بیٹھیے۔ میں اقصیٰ بھابی کو بلا کے لاتا ہوں۔'' اس نے ان دونوں کے سامنے اقصیٰ کو بھابی کہہ کر ہی نام لیا تھا۔

دونوں لان میں پڑی پلاسٹک کی چیئر پر بیٹھ گئے تھے۔ بڑا سا لان جس میں بے شمار پیڑ اور پودے قطار در قطار لگے تھے۔ آم اور پپیتے کے پیڑ مین گیٹ کے پاس تھے۔ لان کی ہری ہری گھاس پر بڑا سا آہنی جھولا لگا ہوا تھا۔ خوب صورت سے جدید اسٹائلش بنگلے کے ٹیرس پر بوگن ویلیا اوپر کی جانب گامزن تھی۔

''تم دونوں ......'' اقصیٰ سنتے ہی آگئی تھی۔ تحریم کو گلے سے لگا لیا۔ پندرہ سالہ فراز کو ساتھ لگا کے پیار کیا۔

''آپی! میں تو امی سے یہ کہہ آئی ہوں کہ پڑوس والی خالہ کے ہاں ہوں۔'' تحریم نے معصومیت سے بتایا۔

فرجام پیچھے کھڑا سب سن رہا تھا۔ اقصیٰ کو اس کی موجودگی میں ان سے باتیں کرنا بھی معیوب ہی لگ رہا تھا کہ اگر روانی میں تحریم یا فراز کے منہ سے نکل گیا تو کیا ہوگا۔

''شہبل بھائی گھر میں نہیں ہیں؟'' فراز نے پوچھا۔

''ارے یار! میں تو موجود ہوں۔ آؤ تم میرے ساتھ اندر چلو۔'' فرجام خود بھی ان دونوں کو اکیلے میں باتیں کرنے کا موقع دینا چاہ رہا تھا۔

''تحریم! یہاں کسی کو بھی خبر نہیں ہے کہ میرا نکاح شہبل احمد سے ہو چکا ہے۔''

''کک ...... کیا ......؟'' وہ بیٹھے سے کھڑی ہوگئی۔

''ہاں پلیز! تم کسی کے سامنے کہہ مت دینا۔'' وہ ملتجی لہجے میں گویا ہوئی۔

''آپی! فراز نے تو ابھی یہ جو صاحب کھڑے تھے ان کو پہلے ہی بتا دیا ہے۔''

''ہائے نہیں۔'' اقصیٰ نے دھک سے دل پر ہاتھ رکھا۔ ''تحریم یہ بہت گڑبڑ ہوگئی۔ انہوں نے تو کہا تھا کہ ابھی گھر میں کسی کو نہ پتہ چلے۔'' وہ سر پکڑ کے بیٹھ گئی۔ ویسے ہی فرجام کی معنی خیز گفتگو سے چونکتی رہتی تھی۔ اب تو شرمندگی سی ہونے لگی کہ پتہ نہیں وہ اسے کیسی لڑکی سمجھے گا۔

''آپ ایسا کریں انہیں کہہ دیجیے گا کہ فراز نے ایسے ہی بک دیا ہے۔'' تحریم کو بھی فکر سی ہوئی۔ اضطرابی کیفیت میں انگلیاں مروڑنے لگی۔

''تم تو پریشان نہ ہو۔ آؤ اندر چلو۔'' اقصیٰ نے اسے ہاتھ پکڑ کے اٹھایا۔

''نہیں آپی! جلدی جانا ہے۔ اماں کو خبر ہو جائے گی آپ فراز کو بلا لیں۔'' گھبراہٹ کے مارے اس سے رکا بھی نہیں جا رہا تھا۔

فراز اتنے میں خود ہی فرجام کے ساتھ آگیا۔ اقصیٰ کی شرمندگی سے فرجام کے سامنے نگاہ ہی نہیں اٹھ رہی تھی۔

''چلو فراز۔'' تحریم نے لپک کر فراز کا بازو پکڑا اور جانے لگی تھی۔ فرجام حیران تھا۔ اس کے حواس باختہ سے چہرے کو دیکھ کر جو تیز تیز قدم اٹھاتی چلی گئی تھی۔

''ارے آپ نے اپنی کزن کی کوئی خاطر مدارت نہیں کی۔'' اس نے بت بنی اقصیٰ کو مخاطب کیا جو سوچوں میں گم کھڑی تھی۔

''وہ اسے جلدی جانا تھا۔'' اس نے نگاہ چرائی۔

''ارے آپ اتنا گھبرا کیوں رہی ہیں۔'' فرجام نے اس کا راستہ روکا جو اندر کی جانب بڑھ رہی تھی۔

''فرجام! میں۔'' اس سے صفائی میں بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔

اتنے میں بلیک گاڑی اندر داخل ہوئی۔ شہبل ڈرائیونگ سیٹ سے نکلے گاڑی میں موجود تحریم اور فراز بھی اترے۔ دونوں چونک گئے۔ فرجام کی بات درمیان میں رہ گئی۔ اقصیٰ نے لمحوں میں گھوم کے دیکھا تھا۔

''آپ بھی عجیب ہیں گھر میں ڈرائیور تھا انہیں گاڑی میں گھر ڈراپ کرواتی ناں۔'' شہبل خاصے برہم ہو رہے تھے۔

''ہم خود چلے جائیں گے۔'' تحریم کسی طور رکنا نہیں چاہتی تھی۔

''بس خاموش اندر چلو۔'' اس نے ڈانٹ دیا۔

''بھائی! بھابی کو اندر لے آیئے۔ وہ حیرانگی میں ڈوبی ہوئی ہیں۔'' فرجام شوخ سی سرگوشی کر کے باہر نکل گیا۔

''فرجام!'' وہ حیرت وانبساط میں ڈوب گئے۔

''فرجام کو سب خبر ہوگئی ہے۔'' اقصیٰ نے سر جھکا کے بتایا۔

''شہل بھائی! یہ فراز کے بچے نے بکا ہے ہمیں کیا پتہ تھا۔'' تحریم کو افسوس بھی ہوا اور شرمندگی بھی نجانے وہ سب بک چکا تھا۔

شہل نئی فکر میں مبتلا ہو گئے۔ کچھ کہے بغیر وہ بھی اندر چلے گئے تھے۔ اقصیٰ ان کی پریشانی اور فکر بھانپ گئی تھی۔

''دیکھو تم دونوں فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔ اس سے پہلے کہ ہنگامہ ہو۔'' اقصیٰ نے ان دونوں کو جلدی روانہ کیا اور خود اندر آ گئی۔ سمجھ گئی تھی شہل اپنے کمرے میں ہوں گے۔ اس وقت وہ ان کے پاس جانا چاہ رہی تھی لیکن چچی جان اور دیگر افراد کی موجودگی میں ممکن نہ تھا۔

''کیا بات ہے کیا سوچ رہی ہو؟'' زینب نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

''جی کچھ نہیں۔'' وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔

زینب کافی دنوں سے اسے نوٹ کر رہی تھیں۔ وہ بے چین تھی جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو لیکن کہہ نہ پا رہی ہو۔

''تم کچھ دیر آرام کر لو کچن میں مت جانا۔'' وہ حکم دینے لگیں۔ اقصیٰ نے بس سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا تھا۔

☆☆☆

''واہ بھئی واہ! ہمارے بھائی کی شادی ہوگئی اور ہمیں پتہ تک نہیں چلا۔'' اس رات کو اسے موقع مل گیا وہ اقصیٰ کو بھی شہل کے کمرے میں لے آیا تھا اور وہ حیا کے حصار میں بیٹھی تھی۔

''فرجام! تم پلیز کسی کے سامنے بلکہ خاص طور پر چچی کے سامنے بک نہ دینا۔'' وہ نئی فکر میں مبتلا ملتجی لہجے میں گویا ہوئے۔

''آپ فکر ہی نہ کریں اور ذکر ہی نہ کریں۔'' وہ اس کے بیڈ پر بڑے اطمینان سے لیٹا تھا جب کہ اقصیٰ بڑے صوفے پر بیٹھی تھی۔ ایک بار بھی نگاہ اٹھا کے شہل کو نہ دیکھا تھا جو محبت پاش نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

''اچھا اب میں چلتا ہوں۔ کافی رات ہوگئی ہے۔'' اس نے انگڑائی لی۔ جھٹ اقصیٰ بھی کھڑی ہوگئی۔ اسے آج شہل کی شوخ اور معنی خیز طبیعت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ دل اندر ہی اندر دھڑک بھی رہا تھا۔

''ارے آپ کہاں چلیں.....؟''

''وہ فرجام! مجھے ابھی کچھ کام ہے۔ طلحہ کے کپڑے پریس کرنے ہیں۔'' وہ بوکھلا ہی گئی۔ شہل نائٹ ڈریس میں ملبوس اس کا جھجکنا سمجھ رہے تھے۔

''بالکل نہیں۔ آج آپ ادھر ہی ہوں گی کچھ تو میرے بھائی کا خیال کریں۔''

''فرجام! تم میری بات سمجھ نہیں رہے ہو۔'' وہ روہانسی ہوگئی۔

''فرجام! نے اس کی ایک نہ سنی اور دروازہ لاک کرتا ہوا چلا گیا۔ وہ کمرے کے وسط میں کومگوں کی کیفیت میں کھڑی تھی۔ شہل مسکرا رہے تھے۔

''تم اتنی نروس مت ہو۔ بس اتنی سی گزارش ہے کہ سارے گھر کی ذمہ داری تو اٹھالی ایک تمہارا شوہر بھی ہوتا ہے۔ ذرا اس کی بھی زیادہ نہیں تو تھوڑی سی ذمہ داری تو اٹھالو۔'' انہوں نے بڑے نرم سے لہجے میں ایک شکوہ ہی کیا۔

''جی وہ میں سمجھی نہیں۔'' شرم وحیا سے رخسار تو اس کے سرخ ہی ہونے لگے۔ اس پر شہل کی آنچ دیتی قربت سے تو پگھلنے سی لگی تھی۔

''اس کمرے پر نگاہ ڈالو پھر وارڈ روب کھولو کافی بے ترتیبی ہے۔ ذرا یہ سب کر دیا کرو۔''

''جی اچھا۔'' اس نے رکی سانس بحال کی ورنہ تو اس کی کوئی نئی فرمائش پر ہی حیا سے سمٹ رہی تھی کہ شائد کچھ اور طلب کرنا چاہ رہے ہیں۔ اقصیٰ نے جلدی جلدی کمرے کو سنوارا پھر اس کی وارڈ روب کے سارے کپڑے باہر نکالے۔ تہہ لگا کے رکھے جو استری کرنے والے تھے وہ الگ کر کے رکھے۔ شہل صوفے پر نیم دراز اس کی حرکات وسکنات خاصی دلچسپی سے دیکھ رہے تھے بلیو کپڑوں میں سر تک حسبِ معمول آنچل لپیٹا ہوا تھا۔

''یہ کپڑے میں کل پریس کر کے ہینگ کر دوں گی۔'' الماری بند کرنے کے بعد ارادہ اس کا جلد از جلد کمرے سے نکلنے کا ہی تھا پھر ایک بج رہا تھا کچھ کام باقی تھے۔

''اقصیٰ! ادھر میرے پاس آ کے بیٹھو۔'' شہل کا لب ولہجہ تک سحر انگیز ہو گیا۔ وہ آہستگی سے قدم اٹھاتی اس کے قریب آ کے کھڑی ہوگئی۔ شہل خود ہی اٹھے پھر اس کا نازک سا بایاں ہاتھ پکڑے بیڈ تک لائے اور بٹھا دیا۔ وہ میکانکی انداز میں سب کرتی جا رہی تھی۔

''میں مانتا ہوں اقصیٰ یہاں آپ خوش نہیں ہیں' چچی جان کا مشکوک اور تنقیدی انداز آپ کو خاصا پریشان کر رہا ہے۔''

''جب آپ سے رشتہ جوڑ لیا تو اس گھر کے تمام افراد سے جوڑ لیا۔ آپ ہی نے تو کہا تھا کہ پہلے مجھے سب کا بننا ہے جب ہی پھر سب میرے بنیں گے۔'' وہ جھٹ سے اس کی کہی بات یاد دلانے لگی۔

''تم بھی سوچتی ہوگی کہ میں نے تم سے شادی تو کر لی ابھی تک وہ عزت ومقام نہیں دیا۔'' انہوں نے اس کے جھکے سر کو شہادت کی انگلی سے اوپر اٹھایا۔

''مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ میں اب اس گھر کی بہو ہوں اور میں سب کا دل جیت کے ہی دکھاؤں گی۔'' وہ پرعزم اور اٹل لہجے میں گویا ہوئی۔ شہل وارفتگی سے اسے دیکھے گئے جس کی فسوں خیز آنکھوں سے دو موتی لڑھک کر اس کے آنچل پر گرے تھے۔

''میری بس آپ سے ایک گزارش ہے۔ آئندہ آپ مجھے مجبور نہیں کریں گے اور نہ اس طرح کمرے میں بلائیں گے۔''

''لیکن اقصیٰ! میں تمہارا شوہر ہوں۔ فطری جذبات رکھتا ہوں۔'' وہ ایک دم مشتعل سے ہی ہو گئے۔ ''تم میرے ساتھ اس طرح نہیں کر سکتی ہو۔''

''میں چاہتی ہوں کہ سب گھر والے جب سب جان جائیں ہمارے اس رشتے کے بارے میں میں پھر آپ کو نہیں روکوں گی۔'' اس نے اپنے پہلو میں بیٹھے شہل کی جانب دیکھا جو بغور اسے دیکھ رہے تھے جو ان کی خاطر سب کچھ سہہ رہی تھی۔ انہوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اتنی پیاری سوچوں کی مالک لڑکی ان کی ہو سکتی ہے۔

''پھر مجھے اب اس راز میں امی کو بھی شریک کرنا پڑے گا۔'' ایک دم ہی انہوں نے اٹل فیصلہ کیا۔

''کیا.....؟'' وہ متوحش زدہ سی رہ گئی۔

''ہوں۔'' وہ بس اتنا بولے اور واش روم میں چلے گئے۔ اقصیٰ کو تو اب اس گھر میں رکنا مشکل لگا۔ نہ جانے وہ اس کے متعلق کیا سوچیں گے کہ کیسی لڑکی ہے جو ان کے بیٹے کو پھانس لیا جب کہ حقیقت کچھ اور تھی۔

☆☆☆

''سنو لڑکی! آج شام میں تیار رہنا تمہیں کچھ لوگ دیکھنے آ رہے ہیں۔'' چچی جان نے اچانک ہی دھماکہ کیا جو شہل اور طلحہ کے کپڑے پریس کر رہی تھی۔

''تمہاری چچی اور چچا کو تو کوئی فکر ہی نہیں ہے اور نہ خیر خبر لینے آتے ہیں اس لیے میں ہی خیال کر رہی ہوں۔'' لہجہ ان کا طنزیہ اور کٹیلا تھا۔ اقصیٰ کے ہاتھ لرز گئے۔ دل کی رفتار بڑھ گئی وہ کیا کہہ رہی تھیں۔

''سنو زیادہ بننے سنورنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس ایک نظر لڑکے کے گھر والے تمہیں دیکھیں گے۔ باقی ساری باتیں میں نے طے کر لی ہیں۔'' وہ اس کی سماعتوں پر بم پھوڑ کے جا چکی تھیں اور وہ سر ہاتھوں میں تھام کے رہ گئی تھی۔ زبان بھی ان کے سامنے نہیں کھول سکتی تھی۔ کپڑے خاک پریس ہوتے۔ سمیٹ کے ایک طرف کیے اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔ کس سے دل کی بات کہے۔ شہل تو ابھی ابھی آفس نکلے تھے۔ فرجام ابھی تک سو رہا تھا۔ صبح سے دوپہر ہوئی وہ مرے مرے دل کے ساتھ کام نمٹاتی رہی۔ شام کو پانچ بجے لڑکے والے اسے آ کے دیکھ بھی گئے تھے پھر وہ کمرے میں بند ہوگئی۔

''شہل! مجھے کافی دنوں سے تم سے بات کرنی تھی۔'' شہل رات کو کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد اپنے کمرے میں ہی آ گئے تھے۔ کل سے ویسے ہی کافی پریشان تھے۔ اقصیٰ کی جانب سے جو انہیں نظر بھی نہیں آئی تھی۔

''مجھے بھی امی آپ سے ایک بات کہنی تھی۔'' جواب میں وہ بھی بول اٹھے۔

''لیکن تم پہلے میری سن لو بعد میں کہنا اپنی۔ وہ آج شام کی ساری بات ان کے گوش گزار کرنا چاہتی تھیں۔

''حمیرا نے رفیق کے بھانجے سے اقصیٰ کا رشتہ طے کر دیا ہے۔ آج لڑکے کی ماں اور بہن دیکھ گئی ہیں۔''

''کیا.....؟'' حیرانگی سے انہیں سو والٹ کا جھٹکا لگا تھا۔

''ہاں شہل! اقصیٰ کا مجھے پتہ ہے وہ راضی نہیں ہے لیکن حمیرا کو تو وہ.....''

''بس امی حد ہوتی ہے۔ اگر میں کچھ نہیں بولتا ہوں تو چچی جان کا جو دل چاہے وہ کرتی جائیں گی۔'' وہ تو مشتعل ہی ہو گئے۔

''دیکھو وہ بن ماں باپ کی بچی ہے۔ زبردستی اس کی ہم نے شادی کر دی تو گناہ ہی ہوگا۔'' وہ تاسف سے گویا ہوئیں جب کہ شہل تو اضطرابی کیفیت میں اپنے دل ودماغ میں جھکڑ چلتے محسوس کر رہے تھے۔

''اقصیٰ کو اس کے چچا اور چچی کے پاس چھوڑ آؤ۔ ہم اس کے لیے غیر ہی ہیں۔''

''امی! میں نے اقصیٰ سے نکاح کیا ہے۔'' اچانک ہی ساری ہمتیں مجتمع کرتے انہوں نے کہا مگر سر ان کا شرمندگی سے جھکا ہوا تھا کہ اتنا بڑا فیصلہ اپنے گھر والوں کی غیر موجودگی میں کیا تھا۔

''امی! اقصیٰ بہت اچھی لڑکی ہے اور پھر سب سے بڑھ کر مجھے ایسی ہی سادہ سی لڑکی پسند تھی۔'' وہ ساتھ ہی اپنی پسند سے بھی آگاہ کر گئے۔ ''مجھے پتہ ہے وہ منہ سے کبھی بھی حرف شکایت تک ادا نہیں کرے گی۔ بس سہتی جائے گی کیونکہ اس نے عزم کیا ہے کہ وہ سب کی من پسند بن کے دکھائے گی۔'' وہ بولے جا رہے تھے جب کہ امی تو سن ہوتے کانوں سے سنے جا رہی تھیں۔ ایک ایک کر کے سارے منظر ان کی آنکھوں میں گھومنے لگے جب وہ ان کے گھر آئی تھی۔

''چچی جان کو ہینڈل اب میں کروں گا۔آپ کوفکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''انہوں نے ساتھ ہی تسلی دی۔

''شہل! لیکن.....''

''امی! لیکن ویکن کچھ نہیں' پہلے تو آپ کو یہ رشتہ ختم کروانا ہے پھر ہی میں کوئی چکر چلاؤں گا۔''انہوں نے بات کاٹ دی۔''دیکھئے گا آپ کو اقصیٰ سے بالکل شکایت نہیں ہوگی۔جیسا آپ کہیں گی وہ کرے گی۔''ایک دم ہی وہ ہلکے پھلکے سے ہوگئے تھے انہیں بتا کے۔

''شہل بیٹا! ایک بار مجھ سے تو کہتے کہ تم نے نکاح کرلیا ہے۔''وہ بولیں۔وہ اب بھی خواب کی سی کیفیت میں تھیں جب خیال آیا کہ واقعی یہ سچ ہے۔

''شادی کرلی تم نے اپنی ماں تک کو نہیں شریک کیا۔''لہجہ افسردہ ورنجور تھا۔

''امی پلیز! مجھے یا اقصیٰ کو غلط نہیں سمجھئے گا۔سکندر انکل کی آخری خواہش میں رد نہ کرسکا۔''لہجہ انکا غم سے بھیگنے لگا پھر ان سے کچھ نہ چھپایا گیا اپنی ساکت وجامد بیٹھی ماں کو سب کچھ بتاتے چلے گئے۔

''امی! مجھے معاف کردیجئے گا۔میں نے آپ سب کے ارمانوں کا خون ہی کردیا ہے۔اقصیٰ کو میں نے دل سے قبول کیا ہے اس کے چچا تو پھر بھی اچھے ہیں لیکن چچی کی عادت تو آپ بھی جان گئی ہوں گی سکندر انکل کی موت والے دن۔''وہ ان کے گھٹنے پر دونوں ہاتھ رکھے ندامت میں گھرے بیٹھے تھے۔

''شہل بیٹا! تو نے اتنی بڑی بات اپنی ماں سے چھپائی۔''انہیں افسوس بھی ہوا۔دکھ سے شکوہ کرنے لگیں۔

''مجھے معاف کردیں امی میں مجبور تھا۔''وہ رونے لگے۔

''بیٹا! تو نے.....؟''بولتے بولتے وہ رک گئیں کیونکہ اس کے بابا کا بھی ڈر تھا نہ جانے وہ شہل کے اس قدم پر خوش بھی ہوں گے یا نہیں۔

''امی! بتایئے میں نے غلط تو نہیں کیا۔''

''نہیں میرے بچے! تو نے بالکل ٹھیک کیا وہ لڑکی اتنی پیاری اور معصوم ہے۔میں تو کبھی کبھی سوچتی ہوں کہ کس مٹی کی بنی ہے کہ حمیرا کی کسی بات کا برا نہیں مانتی ہے۔''انہوں نے ان کا چہرہ چوم لیا جو ایک دم ہی پرسکون سے ہوگئے تھے۔چلو کوئی دوسرا تو نکلا ان کا خیر خواہ۔

''پتہ ہے شہل شام سے وہ کمرے میں بند ہے۔مجھے پتہ ہے وہ رو رہی ہوگی۔''

''میں اندر آسکتا ہوں۔''فرجام نائٹ ڈریس میں مسکراتا ہوا اندر آگیا۔دونوں ہی خاموش ہوگئے۔اس نے چونک کر باری باری امی کو اور کبھی شہل کو دیکھا۔

''خیریت کوئی ٹریجڈی سین چل رہا تھا۔''اس نے بیڈ پر دھرنا دیا۔

''تم سوئے نہیں ابھی تک۔''امی نے درشت انداز میں پوچھا۔

''سونے جارہا تھا۔اقصیٰ بھابی کا دروازہ ناک کیا کھول ہی نہیں رہی ہیں۔''

''شہل! اسے بھی پتہ ہے۔''وہ تو اس کے بھابی کہنے پر شہادت کی انگلی اٹھا کے حیرانگی سے ان کی جانب دیکھنے لگی۔شہل نے اثبات میں سر ہلایا۔

''یعنی بھائی! امی کو بھی بتادیا۔''

''امی! سب سے پہلے اسے ہی پتہ چلا تھا۔''وہ سر کھجانے لگے۔

''آپ لوگ اٹھئے تو ان کا دروازہ کھلوایئے۔''فرجام کو خاصی فکر تھی۔امی ہی نے بڑی مشکلوں سے دروازہ کھلوایا پھر کھانا کھلایا۔اقصیٰ خود تحیر میں مبتلا ہوگئی تھی۔جب انہوں نے اس کی پیشانی چوم کے گلے سے لگالیا تھا۔شہل نے مسکرا کے دیکھا جب کہ فرجام نے وکٹری کا نشان بنایا۔

رشتہ تو جیسے تیسے ختم کروایا۔چچی جان نے واویلا خوب مچایا۔اقصیٰ کو الگ برا بھلا کہا۔وہ بے چاری منہ پر قفل ڈالے رہی تھی۔

''بھائی صاحب! یا تو اس لڑکی کو چلتا کریں یا پھر شہل اور فرجام کی شادی کریں۔''انہیں بھی جیسے اقصیٰ سے بیر ہوگیا تھا۔

''حمیرا بیگم! تم ہوش میں تو ہو۔''چچا جان برہم ہوئے۔

وہاں بیٹھے لوگ سب ہی انکی غیر متوقع بات پر فہمائشی نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگے جب کہ فرجام کو تو اچھو لگ گیا تھا۔

''میں کہہ رہی ہوں جوان لڑکوں کا گھر ہے۔''

''چچی جان! کیا ہوگیا ہے آپ کو؟''فرجام ان کے پاس آکے بیٹھ گیا۔

''فرجام! تم سے کس نے کہا کہ تم بیچ میں بولو۔''بابا نے کڑے تیوروں سے گھورنے کے بعد گرج دار لہجے میں اسے سرزنش کی وہ خفیف سا ہوگیا۔

''مجھے پھر صفدر بھائی کو بھی جواب دینا ہے۔اگر آپ کو نورین کے لیے شہل مناسب لگے تو آج ہی میں فون کردیتی ہوں۔''

''حمیرا! تم ایک دم ہی ہتھیلی پر سرسوں جمانے لگتی ہو۔''زینب تفکر زدہ لہجے میں گویا ہوئیں۔اقصیٰ کے چہرے کا رنگ لمحوں میں اڑا تھا جو ان سے مخفی نہ رہ سکا۔

''بھابی! اس میں سوچنے کی کیا بات ہے۔نورین پڑھی لکھی ہے۔پھر ہمارے شہل کے ساتھ بہت اچھی لگے گی۔''انہوں نے طنزیہ نگاہوں سے اقصیٰ کو دیکھ کر جتایا۔

''آپ لوگ میری بات کان کھول کے سن لیں۔بھائی کی اور میری شادی کسی کی بھی مرضی سے نہیں ہوگی۔''فرجام تو تلملا کے کھڑا ہوگیا۔

''کیا بکواس کررہے ہو تم۔''بابا نے درشت انداز میں دیکھا۔

''پلیز بابا! کسی کی زندگیوں کا فیصلہ آپ بزرگ یہ سوچ کر کیوں کرتے ہیں کہ ہم اولاد آپ کی ملکیت ہیں۔پلیز آپ اولاد کی مرضی بھی تو پوچھ لیا کریں۔''

''جب وقت آئے گا تم سے پوچھ لیں گے۔''انہوں نے جیسے اس کی شکوہ بھری بات کو اہمیت ہی نہ دی تھی۔وہ حسرت بھری نگاہ ڈال کر رہ گیا۔

''حمیرا! تم اپنے بھائی کو جواب دے دو۔ہمیں نورین پسند ہے۔''بابا نے اپنا آخری فیصلہ دیا تھا۔چچی جان تو خوشی اور فتح مندی سے سرشار ہوگئیں۔

''لیکن میں ایسا ہونے نہیں دوں گا۔''فرجام کو بھی ضد ہوگئی۔

''یہاں سے دفع ہوجاؤ۔شروع سے میرے فیصلوں سے تم ٹکرائے ہو۔جو اپنی مرضی کرنی ہے کرو لیکن اس گھر سے نکل کر۔''وہ ایک دم رکھائی اور سردمہری سے اسے حکم دے رہے تھے۔فرجام پیر پٹختا ہوا چلا گیا۔

اقصیٰ اپنے آنسو چھپائے کمرے میں چلی گئی۔زینب اس کے دل کا درد جان چکی تھیں۔وہ اس گھر کی عزت تھی۔ان کے بیٹے کی بیوی تھی۔وہ ہال سے نکل کر اس کے کمرے میں آگئی تھیں۔

''اقصیٰ بیٹا! تم رو رہی ہو؟''

''نن.....نہیں تو۔''جھٹ اس نے آنسو ہاتھوں کی پشت سے صاف کیے مگر وہ اسے بغور دیکھ چکی تھیں۔

''تم فکر کیوں کرتی ہو۔میں ایسا ہونے نہیں دوں گی۔''

''نہیں امی! آپ ان کی شادی ہونے دیں۔بس مجھے اور کیا چاہیے ایک چھت وہ میسر ہے۔''وہ لب کاٹنے لگی۔بیڈ پر سکڑی سمٹی بیٹھی تھی۔

''مجھے پتہ ہے تم بہت کھلے دل کی ہو لیکن بیٹا میں یہ ظلم بھی نہیں ہونے دوں گی۔''انہوں نے شفقت سے اس کے بکھرے بالوں کو سنوارا وہ ان کی محبت کے آگے اور زیادہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی تھی۔وہ تو یہاں سب کا دل جیتنے آئی تھی یہ اچانک ہی اس کی دنیا الٹ گئی تھی۔

''میں کچھ کرتی ہوں۔تم اپنا جی ہلکان نہ کرو۔''وہ اسے گلے سے لگانے کے بعد تسلیاں دیتی رہی تھیں۔کم از کم اب اس کے دل کی حالت سے تو وہ واقف تھیں ان کے آگے رو کے وہ ہلکی پھلکی ہوگئی تھی۔

''میں نے سارا انتظام کردیا ہے۔''آپ بس اپنی پیکنگ کرلیں جب تک میں سارا معاملہ ہینڈل نہ کرلوں آپ گھر بالکل نہیں آئیں گے۔''فرجام نے اسے اپنے تمام پروگرام سے پہلے ہی آگاہ کردیا تھا۔

''یار! اس طرح تو یہ طریقہ غلط ہے۔بابا کے غصے کو تم جانتے ہو۔''شہل ویسے ہی ان کے چراغ پا ہونے سے ڈرتے تھے۔کل ہی تو فرجام کی اچھی طرح خبر لی تھی۔

''ہونے دیں' میں سنبھالوں گا۔بھائی سوچ لیں چچی جان آپ کا نکاح اپنی بھتیجی سے پڑھوادیں گی۔''وہ سمجھانے لگا۔

''میں یہاں رہ کر حالات کا سامنا کروں گا۔''وہ بھی اکڑ گئے۔

''یار بھائی! ایک تو اتنی مشکل سے میں نے آپ کا ہنی مون فائیو اسٹار ہوٹل میں سیٹ کیا ہے۔اس پر آپ پانی پھیر رہے ہیں۔''وہ تھک کر پشت پر دونوں ہاتھ جما کے کھڑا ہوگیا۔اقصیٰ کو وہ خود زبردستی اس کے کمرے میں لایا تھا جب سے وہ شرمائی گھبرائی سی مجسمہ بنی ہی بیٹھی تھی۔

''فرجام بالکل نہیں۔''انہوں نے نفی کی اور ایک نگاہ غلط دھانی کپڑوں میں ملبوس اس حسن کے شاہکار کو دیکھا جو اپنی مخروطی انگلیاں مروڑ رہی تھی۔

''چاہے چچی جان اپنی چلالیں۔''وہ فضا میں ہاتھ بلند کرکے بولا۔

''فرجام! تمہارے بھائی جو کہہ رہے ہیں بالکل ٹھیک ہے۔''

''بھابی! آپ پر وہ سوتن لارہی ہیں۔آپ تو کم از کم ایسے نہ بولیں۔''وہ حیرانگی سے بولا جو اتنی صابر وشاکر تھی کہ کسی کی بھی بات سے اختلاف کرنے کی جسارت نہیں کرسکتی تھی۔

''کرنے دیں' اچھا ہے چچی جان خوش تو ہوجائیں گی۔''

''شٹ اپ۔''شہل کو نہ جانے کیوں اس کی یہ بات دل کے آر پار محسوس ہوتی ہوئی لگی تھی۔وہ آگ بگولہ ہی ہوگئے۔

''وہ میں تو.....''اقصیٰ منمنا کے رہ گئی۔

''زیادہ صابر وشاکر بننے کی کوشش مت کرو اور تم یہ دماغ سے نکال دو کہ میں ایسا کروں گا۔''وہ اس کے دوبدو ہی ہوگئے۔اقصیٰ جز بز سی ہوگئی جب کہ فرجام کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

''یار بھائی! آپ بھابی کو تو مت ڈانٹیں۔''

''فرجام! اپنی بھابی کے دماغ میں یہ اچھی طرح بٹھا دو کہ یہ حماقت کرتی رہیں لیکن مجھ سے اس کی توقع مت رکھیں۔'' طنز سے کہتے دھڑلے سے بیڈ پر لیٹے چہرہ بتا رہا تھا کہ خاصے خفا ہو چکے ہیں۔

''تو آپ نے طے کر لیا ہے کہ نہیں جائیں گے۔'' اس نے ایک سرد سی آہ بھری۔

''نووے۔'' قطعیت سے گویا ہوئے۔

فرجام پھر زیادہ ضد نہ کر سکا کمرے سے نکل گیا۔ اقصیٰ بھی اٹھنے کا قصد کرنے لگی۔ شہل نے خفگی بھری نگاہ اٹھائی۔

''کہاں جا رہی ہو؟''

''وہ سونے۔'' ان کی دھاڑ سے وہ سہم ہی گئی۔ قدم بھی رک گئے۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے یہاں سے جانے کی۔ آج سے تم اسی کمرے میں سوؤ گی۔'' لہجہ بارعب اور دھونس بھرا تھا۔ اسی وقت اقصیٰ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔ سانسیں اتھل پتھل ہونے لگیں۔

''دیکھیں ابھی ممکن نہیں ہے۔''

''شٹ اپ' میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔ فوراً ادھر آجاؤ۔'' وہ پھر حکم دینے لگے اور وہ کانپنے لگی۔ حواس باختہ سی منہ کھولے کھڑی رہی۔

''سنا نہیں تم نے یا میں خود اٹھا کے لاؤں۔'' وہ واقعی اٹھنے لگے۔ اقصیٰ کے اندر فوراً برقی رو دوڑی اور سرعت سے بیڈ تک آگئی مگر وہ آج ان کے اتنے قریب ..... سوچ سوچ کے پسینہ آنے لگا۔

''تم اطمینان رکھو جیسا تم نے کہا ہے ویسا ہی ہوگا۔ اس لیے میں تمہیں ابھی چھوؤں گا بھی نہیں۔'' وہ شاید اس کی سوچیں پڑھ چکے تھے۔ لمحوں میں بس نگاہیں نگاہوں سے ٹکرائی تھیں پھر کمرے میں اسے کوئی ڈر و خوف نہ محسوس ہوا۔ چہرے پر طمانیت کے سائے لہرانے لگے۔

صبح تو گھر میں ہنگامہ ہی ہو گیا۔ چچی جان کو اقصیٰ اپنے کمرے میں نہ ملی بلکہ دس بجے کے بعد وہ اوپر سے اترتی دکھائی دی تھی۔ وہ تو تیر کی تیزی سے اٹھیں۔

''کیا بے ہودگی ہے تم اور شہل کے کمرے سے .....'' ان کی تو بصارت یقین نہیں کر پا رہی تھی۔ اقصیٰ کا چہرہ فق ہو گیا تھا۔ جسم سے لگتا تھا کہ اب جان نکل ہی جائے گی۔ اچانک افتاد پر وہ گڑبڑا گئی۔ خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔

''وہ ..... میں ..... وہ .....'' جواب بھی نہیں بن پڑا تھا۔

''کیا وہ میں ..... آج اصلیت کھل کے آ ہی گئی نا تمہاری تم نے وہی میرے گھر کے لڑکوں پر نگاہ تھی نا۔''

''بس کریں چچی جان!'' ناشتہ کرتا فرجام ڈائننگ ٹیبل سے کھڑا ہو گیا۔ گھر کے باقی افراد بھی موجود تھے۔ سنڈے کے دن سب ہی ناشتہ اکٹھے کرتے تھے۔

''ارے کیا بس کروں۔ اندھی ہوں میں۔ یہ شہل کے کمرے سے نکلی ہے۔ ساری رات یہ وہیں تھی نا۔''

اقصیٰ تو شرمندگی اور حیا سے کٹ کے ہی رہ گئی۔ کیسے کیسے گندے الزامات وہ اس کی ذات پر لگا رہی تھیں اور وہ اندر ہی اندر گرم گرم آنسو اتار رہی تھی۔ اس کے جائز رشتے سے ابھی تک وہ لاعلم ہی تھی نا۔''

''کیا تماشہ ہے یہ سب .....؟'' بابا سے بھی برداشت نہ ہوا تو وہ بھی چیئر چھوڑ کے آگے جب کہ چچا جان تو بس استعجابیہ انداز میں سن ہی رہے تھے۔ چچی جان کے شور مچانے پر انہیں غصہ بھی آ رہا تھا۔

''بھائی صاحب! پوچھیے اس سے یہ شہل کے کمرے سے کیوں نکلی ہے۔'' انہوں نے اقصیٰ کے نازک سے رخسار پر ایک زناٹے دار طمانچہ ہی جڑ دیا۔ وہ نرم و نازک سی لڑکی جسے اس کے باپ تک نے کبھی پھولوں کی چھڑی نہ چھوائی تھی۔

''اقصیٰ میری بیوی ہے۔ اس لیے کمرے سے نکلی ہے۔'' اوپر کھڑے شہل نے سب ہی کی سماعتوں پر دھماکہ کیا۔ سب ہی اچھل گئے۔ چچی جان تو ساکت رہ گئیں۔ بابا کے ابرو تن گئے۔ امی نے دل پر دہک سے ہاتھ رکھ لیا کہ اب قیامت آ گئی تھی۔

''میرا بابا قاعدہ اقصیٰ سے نکاح ہوا ہے۔''

''دیکھا بھائی صاحب! اس لڑکی نے پھانس لیا ناں ہمارے بچے کو۔'' وہ روہانسی سی ہو گئیں۔ بابا کے لب خاموش تھے بس وہ شہل کی جانب ایک نگاہ ڈال کے اپنے کمرے میں چلے گئے نہ ان کے انداز میں غصہ تھا اور نہ ستائش تھی۔

''بھائی صاحب۔'' چچی جان نے پکارا۔

چچا جان بھی ان کی تقلید میں ان کی ہمراہی میں چلے گئے تھے۔ فرجام سب کے تاثرات کو جانچ رہا تھا۔ اقصیٰ کے آنسو موتیوں کی طرح رخسار سے پھسلتے نیچے گر رہے تھے سب کے سامنے وہ مجرم بنی کھڑی تھی۔

''کیوں لڑکی تجھے ہمارا ہی گھر ملا تھا ڈاکہ ڈالنے کو.....؟''

''بس کرو جمیرا۔'' امی نے تڑپ کے بن ماں باپ کی بچی کو اپنے گلے سے لگا لیا جس کی ہچکیاں ہی بندھی ہوئی تھیں۔ طلحہ نے اسی وقت زور سے پلیٹ میں چمچ ڈالا تو ارتعاش ہوا۔

''چچی جان! آپ اتنی ظالم کیوں ہیں؟ کیوں آپ نے بھابی کو مارا؟'' پندرہ سالہ طلحہ بھی آج چپ نہ رہ سکا جسے فرجام نے ہی بتایا تھا کہ اقصیٰ ان کی بھابی ہے۔

''طلحہ کیا بکواس ہے۔'' فرجام نے اسے ڈانٹا۔

کرن' رافع اور حمزہ ناشتہ چھوڑے دھپ دھپ کرتے اوپر بھاگ لیے تھے۔ شہل نیچے آ گئے تھے اور چچی جان کے دھواں ہوتے چہرے کو دیکھنے لگے۔

''شہل! تم میری بھتیجی کو محض اس لڑکی کی وجہ سے رد نہیں کر سکتے۔'' وہ روتی ہوئی چلی گئی تھیں۔ ایک دم ہی فضا مکدر سی ہو گئی تھی۔ کوئی بھی کسی سے بات نہیں کر رہا تھا۔ اقصیٰ کو امی ساتھ لگائے بیٹھی تھیں۔ فرجام نے بس ایک افسردہ نگاہ اس معصوم پری چہرہ والی اپنی بھابی کو دیکھا جو شروع سے چچی جان کے عتاب کا نشانہ ہی بن رہی تھی۔

''امی! بابا کچھ نہیں بولے۔'' شہل فکرمندی سے گویا ہوئے۔

''بھائی! بابا کو بھی آپ ہی منائیں گے۔'' فرجام نے سر اٹھایا۔

''اگر بابا کو میرے اس اقدام پر اعتراض ہوگا تو میں خود اقصیٰ کو لے کے اس گھر سے چلا جاؤں گا۔'' وہ ایک دم ہی خود کو کمزور محسوس کرنے لگے تھے۔

''بھائی حالات کا اب مقابلہ کرنا ہے۔ بھاگنے سے کچھ حاصل نہیں۔'' وہ پھر بولا۔

''میں یہی سمجھتا تھا کر لوں گا مگر یار نہیں۔'' وہ مضطرب انداز میں سنگل صوفے پر بیٹھ گئے تھے۔

امی نے بڑی مشکلوں سے اقصیٰ کو چپ کرایا تھا جس کی ہچکیاں ہی نہیں بندھ رہی تھیں۔ طلحہ اس کے لیے پانی لے آیا تھا۔ فرجام اور طلحہ دونوں ہی اس کی دلجوئی کرنے میں لگ گئے تھے جب کہ شہل واپس اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔ اب تو انہیں سب فیس کرنا ہی تھا۔

دوسرا دن بھی ایسا ہی گزر رہا تھا۔ اقصیٰ سے اب مزید برداشت نہیں ہو رہا تھا کہ وہ یہاں رہ سکے۔ پوری رات جب سوچیں تھک گئی تو وہ لیٹ گئی اور پھر لمحوں میں اس نے خود کو مٹانے کا فیصلہ کر لیا۔ کم سے کم اس کے لیے ٹھوکریں اور طعنے تو نہ ہوں گے۔

''بھابی! جلدی آئیے چچی جان کی اچانک طبیعت خراب ہو گئی ہے۔'' طلحہ اسے اطلاع دیتے آیا وہ چونک گئی۔

''کیا ہوا ہے .....؟'' وہ حیرانگی سے پوچھنے لگی۔

طلحہ تیز تیز قدم اٹھاتا چلا گیا۔ وہ بھی لمحوں میں نیچے تھی۔ سب ہی ان کے کمرے میں جمع تھے۔ امی ان کے سرہانے بیٹھی تھیں۔ کرن رو رہی تھی۔ پہلے جاتے ہی اس نے کرن کو سنبھالا۔ اتنے میں شہل ڈاکٹر کو بھی لے آئے تھے۔

''فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ تھوڑا بی پی ہائی ہے اس لیے گھبراہٹ ہو گئی ہے۔'' ڈاکٹر نے چند دوائیاں لکھ کر شہل کے ہاتھ میں پرچہ تھما دیا جو فرجام نے لے لیا اور فوراً ہی دوائیاں لینے چلا گیا۔

اقصیٰ کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی ان کے سامنے جانے کی پھر بابا بھی وہیں تھے۔ ان کے سامنے الگ جھجک آ رہی ہے۔

''اقصیٰ! حمیرا کے لیے دلیہ بنا لو۔''

''نہیں لینا مجھے اس کے ہاتھ سے۔'' چچی جان تو پھنکارنے لگیں۔

''حمیرا! بس کرو' تمہاری طبیعت خراب ہے۔'' چچا جان نے خاموش کرا لیا۔

''ہٹا دیں اسے میرے سامنے سے۔'' وہ تو چیخنے لگیں۔

اقصیٰ منہ پر ہاتھ رکھ کر باہر نکل گئی۔ بابا نے بس ایک نگاہ اس بے زبان لڑکی کو تاسف سے دیکھا۔ وہ تھکے تھکے سے باہر نکلے۔ شہل بھی الگ شرمندہ سے تھے۔ انہوں نے اقصیٰ کو دو لفظ تسلی کے بھی نہ کہے تھے۔ بس بابا کے پیچھے ہی ان کے کمرے میں آ گئے۔

''بابا! پلیز آپ مجھ پر غصہ ہو لیں' ناراض ہو لیں مگر بات تو کریں۔'' ملگجے سے فان کلر کے کرتے شلوار میں بکھرے بکھرے شہل نے بس افسردگی سے لب کاٹے۔ بابا اپنی ایزی چیئر پر بیٹھ گئے تھے۔

''پلیز بابا! کچھ تو بولئے۔'' انہوں نے ان کے گھٹنوں پر سر جھکا لیا۔ ''میں مجبور تھا سکندر انکل کی آخری خواہش پوری کی ہے۔''

''تمہارا باپ کیا مر گیا تھا جو تم نے اسے بتانا بھی ضروری نہ سمجھا۔'' انہیں اپنے لمبے چوڑے تڑانا بیٹے کو روتے دیکھ کر اور غصہ آ گیا۔

''خدا نہ کرے۔'' وہ جھٹ بولے۔

''اپنی ماں کو راز میں شریک کر لیا۔ بھائیوں کو بتا دیا۔ بس ایک میں ہی لاعلم رہا۔ کیوں کیا تم نے ایسا؟'' ان کے لہجے میں طنز اور خفگی نمایاں تھی۔ ''شہل مجھے تم پر اتنا غصہ آ رہا ہے کیا بتاؤں۔''

''بابا مجھے معاف کر دیں۔ میں مجبور تھا اگر آپ کو اقصیٰ پسند نہیں تو میں اسے چھوڑنے کو تیار ہوں۔''

''شہل! کیا بکواس ہے یہ۔'' وہ تو بیٹھے سے کھڑے ہو گئے۔ ''اتنے سمجھ دار ہو کر تم ایسی بے ہودہ بات کر رہے ہو۔ ارے مجھے تو اس بات پر شرم آ رہی ہے کہ اس بے چاری پر کتنا ظلم ہوا اور اس کے ذمہ دار تم ہو۔'' وہ شہل کے سینے پر شہادت کی انگلی رکھ کر کویا ہوئے۔ وہ بس ایک لمحے بے یقینی سے انہیں دیکھے گئے۔

''کم سے کم مجھے بتا تو دیتے کہ تم نے سکندر کی بیٹی سے نکاح کر لیا ہے۔'' وہ تیز لہجے میں بولے۔ ''تم نے سوچا تمہارا باپ تو ظالم ہے پتہ نہیں وہ تمہاری اس حرکت کو معاف بھی کرے یا نہیں۔''

''مجھے معاف کر دیں ابو۔'' وہ بھیگے بھیگے لہجے میں بولے۔ خود کو شرمندگی سے بچا بھی نہیں پا رہے تھے۔

''ارے انجانے میں حمیرا اسے کتنا برا بھلا کہتی رہی ہے۔ کیا سوچتی ہو گی وہ بچی کہ ہم لوگ کتنے برے ہیں۔'' بابا کو تو کل سے بس یہی احساس مارے ڈال رہا تھا اسی لیے خاموش تھے۔

''اگر بیٹا! تم نے شادی کی تھی تو ہمیں تو بتا دیتے۔''

''وہ بابا! میں خود میں ہمت نہیں پا رہا تھا۔'' بابا کے نرم پڑتے ہی وہ بھی کچھ پرسکون ہوئے۔

''تم سے اچھا تو تمہارا بھائی فرجام ہے۔ وہ ہر بات ڈنکے کی چوٹ پر کرتا ہے۔'' انہوں نے شہل کو اپنے گلے سے لگا لیا۔ روتے ہوئے شہل انہیں بالکل اچھے نہیں لگ رہے تھے۔

''پھر ڈانٹ بھی وہ آپ کی سنتا ہے۔'' وہ دھیرے سے مسکرائے۔

''اچھا دیکھو ابھی حمیرا خاصی ڈسٹرب ہے۔ اس لیے کوئی بھی شور ہنگامہ نہ ہو۔'' وہ تنبیہ کرنے لگے۔

''اب تم جاؤ اور میری بہو کو اندر بھیج دو۔ شکر ہے بہو کا انتخاب تم نے اچھا کیا ہے۔'' وہ شرارت سے کویا ہوئے تو شہل جھینپ گئے۔

''وہ آپ خود بلا لیں۔'' وہ خود کل سے اقصیٰ سے بات نہیں کر رہے تھے کیونکہ وہ انکی کوئی بات ہی نہیں سننا چاہتی تھی۔ بابا سر ہلاتے ہوئے اقصیٰ کی تلاش میں باہر نکلے۔

✿✿✿

دو تین دن میں جا کے چچی جان کا بلڈ پریشر نارمل ہوا تھا لیکن انہیں چپ لگ گئی تھی۔ ان کے بھائی صفدر اپنی اکلوتی بیٹی نورین کے ساتھ انہیں دیکھنے چلے آئے تھے۔ نورین تو سیدھی شہل کو طنز کے تیر برسانے چلی آئی تھی کیونکہ شہل کی شادی کی خبر اس تک بھی تو پہنچ گئی تھی۔

''پلیز! ایک گلاس پانی ملے گا؟'' نورین بلیو جینز کی پینٹ پر پنک ٹی شرٹ میں ملبوس دوپٹے سے بے نیاز کچن کے دروازے پر کھڑی تھی۔

''سب مصروف ہیں خود پی لیں۔'' فرجام اقصیٰ سے باتوں میں مصروف تھا اس نے نورین کو دیکھ لیا تھا پھر بھی انجان بنا۔

''تم شروع سے ہی بدتمیز ہو۔'' وہ تنک گئی۔

''تھینک یو۔ یہ تم پہلے ہی جانتی ہو۔'' فرجام نے اس کے بے باک انداز کو نخوت سے دیکھا۔ سخت کوفت اور بے زاری اس پر طاری ہونے لگی تھی۔

''فرجام! پانی دے دو۔'' اقصیٰ نے حکم دیا۔

''بھابی! میں نہیں دے سکتا۔'' وہ انگڑائی لینے لگا۔

''کیا بات ہے کتنی دیر لگے گی چائے میں لوگ اٹھ کر جانے والے ہیں۔'' بلیک پینٹ پر وائٹ کلف لگی شرٹ میں جھنجلائے ہوئے شہل اندر آئے مگر نورین کو دیکھ کر ٹھٹھک گئے۔

''اوہ! شادی مبارک ہو۔ دیکھ لی ہے میں نے تمہاری سوکولڈ بیوی۔ ویسے ایسے نمونے پسند کرتے تھے تم۔'' نورین نے اقصیٰ کی تضحیک ہی کر ڈالی۔

''نورین! خبردار جو تم نے میری بیوی کو کچھ کہا۔'' شہل کے تو پتنگے لگ گئے جب کہ اقصیٰ کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ فرجام مسکرا رہا تھا۔

''شہل! تم نے بہت برا کیا ہے۔ اس دقیانوسی لڑکی کے آگے مجھے ریجیکٹ کیا ہے۔'' ان کے اندر کی محرومی شکوہ بن کے باہر آ گئی تھی۔

''تم سے بہت اچھی ہے شرم و حیا کا پاس ہے۔ اپنا آپ چھپا کر رکھتی ہے صرف میرے لیے۔'' وہ بھی بے باکی سے بولتے ہوئے اسے باور کرانے لگے۔ اقصیٰ کے تو پسینے چھوٹ گئے تھے۔ تین چار دن سے وہ اس سے مخاطب ہی کب ہو رہے تھے لیکن اس کے متعلق جذبات و خیالات کتنے اچھے تھے۔

''مجھے تو پھوپو نے تمہارے خواب دکھائے تھے ورنہ مجھے کوئی انٹرسٹ نہیں تھا۔'' وہ اپنی اہانت پر دھواں دھواں ہوتے چہرے کے ساتھ بولی۔ ''شہل! تم خود بھی دقیانوسی ہو یہ سات گز کے دوپٹے میں لپٹی تمہاری پسند ہے ہونہہ۔'' وہ اس پر طنز بھرا جملہ پھینکتی چلی گئی کیونکہ شہل نے اس کی عزت دو کوڑی کی کر دی تھی۔

''کیا بات ہے کتنی دیر لگاؤ گی چائے میں۔'' اب تو یوں کا رخ اس کی سمت ہو گیا وہ تو بوکھلا ہی گئی تھی۔ جلدی جلدی میں کپ بھی نیچے کر گئے۔

''بھائی! اب مزید آپ یہاں کھڑے رہے نا بھابی بے ہوش ہو جائیں گی۔'' فرجام کو اقصیٰ پر ترس آ گیا جو خاصی روہانسی بھی لگ رہی تھی۔

''ادھر رکھو کپ۔'' وہ کپ اس کے ہاتھ سے لے کر ٹرے میں رکھنے لگے تھے اور وہ ڈرے جا رہی تھی۔ بار بار ہاتھ ان کے مضبوط ہاتھوں سے مس ہو رہے تھے۔

''سب پر توجہ دینا اگر نہ دینا تو مجھ پر۔'' خفگی بھرا طنز کیا۔

''بھائی! مجھے کچھ کہا.....؟'' فرجام نے شاید سنا نہیں تھا۔

''جو یہاں موجود ہے اس نے سن لیا ہے۔'' چائے کے کپوں کی ٹرے اٹھائے وہ کچن سے نکل گئے۔ اقصیٰ نے اپنا سانس بحال کیا۔

''ویسے کیا آپ دونوں کی ابھی تک بات چیت نہیں چل رہی۔'' اس نے رازداری سے پوچھا۔ اقصیٰ نے اسے گھورا۔

''او کے نہیں بتانا چاہ رہی تو نہ بتائیں لیکن یہ بتا دیجئے کہ اپنے میکے کس دن جائیں گی؟'' اچانک ہی اس کے دل و دماغ پر جس پری پیکر نے قبضہ کر لیا اس کا خیال آ گیا۔

''کیوں.....؟ بری لگ رہی ہوں؟'' فرش سے ٹوٹے کپ اٹھا رہی تھی۔

''نہیں تو بس وہ آپ کی ہٹلر ٹائپ چچی سے ملنے کو دل چاہ رہا ہے کہ دیکھوں ہماری چچی کی پرچھائیں تو نہیں ہیں۔'' اس نے شوخی سے کہا۔

''فرجام! بہت بری بات ہے۔ بڑوں کے متعلق ایسے نہیں کہتے۔'' اس نے چپت لگائی جو ہنس رہا تھا۔

''بتائیے ناں کب جائیں گی؟''

''چچی جان کی طبیعت سنبھل جائے پھر۔'' وہ اس کی بے چینی سمجھ رہی تھیں جو اس دن تحریم کو دیکھ کر وہ خاصا شوخ بھی ہو رہا تھا۔

اقصیٰ نے رات کے کھانے پر پُرتکلف اہتمام کیا تھا لیکن نورین ایک لمحے کو نہ رکی تھی۔ وہ صفدر ماموں کو لے کر چلی گئی تھی۔ اقصیٰ خود کو مجرم تصور کرنے لگی تھی۔ چچی جان کا رویہ ہنوز سرد ہی تھا۔ ادھر وہ شہل کی بے رخی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ رات کو تمام کام سے فارغ ہونے کے بعد وہ چچی جان کے لیے دودھ کا گلاس لے کے آ گئی۔

''چچی جان! میں کل اس گھر سے چلی جاؤں گی۔'' اس نے لب کاٹے۔ انہوں نے اسے چونک کر دیکھا جو خاصی رنجور اور غم زدہ سی لگی تھی۔

''شاید مجھ میں ہی کمی ہے میں آپ کا دل نہ جیت پائی اس لیے میری جانب سے اجازت ہے آپ شہل کی شادی نورین سے کر سکتی ہیں۔'' یہ کہتے ہوئے اس کی آواز تک بھرا گئی تھی۔

''میں ہی بے وقوف تھی خود کو سمجھ رہی تھی کہ بہت مضبوط ہوں لیکن یہ میری بھول تھی آپ اطمینان رکھئے گا۔ میں الحرام کسی کو بھی نہیں دوں گی۔'' آنکھوں میں نمکین پانی لیے وہ چلی گئی۔ اندر آتی کرن نے اس کی مرجھائی ہوئی صورت دیکھ لی تھی اور اس کی ساری گفتگو بھی سن لی تھی۔

صبح اس نے شہل کے آفس جاتے ہی اپنی تیاری کر لی اور سب سے صرف اس نے یہی کہا کہ اس کے چچا کا فون آیا تھا وہ بلا رہے ہیں۔ رافع اسے چھوڑ کے چلا گیا تھا۔

''آپی! آپ آ گئیں۔ دیکھئے امی کو کیا ہوا ہے؟ نہ کچھ کھاتی ہیں نا پیتی ہیں۔'' تحریم اس سے لپٹ گئی۔ چچی کا کمزور اور مردہ جسم دیکھا تو اقصیٰ نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔

''چچی! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟'' وہ روتی ہوئی ان کے سرہانے بیٹھ گئی۔ چچی نے ایک پرسوچ نگاہ اس پر ڈالی اور پھر آج ان کے سارے بند ٹوٹ گئے۔ اسے لپٹا کے اتنا روئیں کہ تحریم اور اقصیٰ بھی رو دی تھیں۔ چچی جان کو جیسے اس کا ہی انتظار تھا ورنہ پچھلے ایک ماہ سے وہ بستر سے لگ گئی تھیں۔ چچا کے جنرل اسٹور پر ڈاکہ پڑا تھا جس سے ان کا بال بال قرض میں بندھ گیا تھا یہ سب اقصیٰ کے گھر سے نکلنے کے بعد ہی آفت ٹوٹی تھی۔

رات دن کی خدمتوں سے چچی صحت کی جانب آ گئی تھیں بار بار وہ اپنے بدتر سلوک کی اقصیٰ سے معافی مانگ چکی تھیں کیونکہ انہوں نے بے سہارا یتیم بچی کو ایک بوجھ کی طرح ہی تو اس گھر سے نکالا تھا اس کی شاید آہ لگی تھی کہ اس گھر میں پریشانیوں نے ڈیرہ ڈال لیا تھا۔

''میری بچی! تو نے مجھے معاف تو کر دیا نا۔'' وہ مغموم سے لہجے میں بولیں۔

''چچی جان! آپ کیوں مجھے بار بار شرمندہ کر رہی ہیں۔ آپ میری ماں ہیں اور اولاد کبھی ماں کی باتوں کا برا نہیں مانتی ہے۔'' اس نے انہیں ساتھ لگا کے مسکراتے

لہجے میں یقین دلایا۔گھر میں ایک بار پھر برقی رو دوڑ گئی تھی۔اقصیٰ نے آتے ہی گھر کو جو سنبھال لیا تھا ورنہ تحریم بے چاری تو خود گھبرا گئی تھی۔

''کیا بات ہے شہمل نے ایک بار بھی چکر نہیں لگایا؟'' چچا کو اس دن شہمل کا خیال آیا تو تفکر زدہ لہجے میں استفسار کرنے لگے۔

''وہ بزنس کے سلسلے میں اسلام آباد گئے ہوئے تھے۔'' اس نے عذر تراش کے نگاہ چرائی۔

''دیکھو بیٹا! جن حالات میں تمہاری شادی ہوئی ہے مجھے پتہ ہے وہاں بھی تمہیں مشکلات ہی درپیش آئی ہوں گی لیکن تم شہمل سے کبھی بدگمان مت ہونا۔'' وہ مدبرانہ انداز میں اسے سمجھانے لگے۔اقصیٰ نے سر ہلایا۔ایک ہفتہ تو اسے ہو گیا تھا۔یہاں آئے ہوئے کسی نے بھی خبر نہ لی تھی اس کی..... کتنا اس کا دل کٹ رہا تھا پھر شہمل جن سے اس کا بندھن تھا وہ ہی بے گانہ ہو گئے تھے۔

''آپی! آپ کے دیور آئے ہیں۔'' تحریم حواس باختہ سی اسے بلانے اندر آ گئی۔وہ چونک گئی۔چند لمحے پہلے جو منفی سوچیں آ رہی تھیں انہیں جھٹکا۔

''تم فرجام.....؟'' وہ تو یقین ہی نہیں کر پا رہی تھی۔برآمدے میں پڑے تخت کے سرے پر وہ بلیک پینٹ اور لیمن کلر کی شرٹ میں اپنے مخصوص شوخ سے انداز میں بیٹھا تھا۔

''آج تو میں آفس سے سیدھا یہاں آ گیا ہوں بھائی کو بتائے بغیر۔'' اس کی نگاہ اب پنک کاٹن کے لان میں ملبوس چھوئی سی تحریم پر پڑی جو چچی کی ہدایت پر چائے وغیرہ کے لیے کچن میں گھس گئی تھی۔چچا اور چچی بھی آئے تو فرجام نے انہیں مؤدب انداز میں سلام کیا۔

''ابھی تم سب کا ہی ذکر ہو رہا تھا۔'' اقصیٰ نے مسکرا کے بتایا۔

''سب میں کون کون شامل ہیں؟'' وہ معنی خیزی سے آنکھیں گھمانے لگا۔

چچا نے فراز سے اس کے لیے کھانے وغیرہ کا سامان منگوالیا پھر پر تکلف سا اہتمام کر کے تحریم بڑے تخت پر رکھ چکی تھی۔

''بھئی شام کو میں صرف چائے ہی پیتا ہوں۔'' اس نے تکلف سے کہا لیکن چچا کے آگے اس کی ایک نہ چلی اسے سارا کچھ کھانا پڑا۔چچا سے اس کی اچھی خاصی جم گئی تھی۔

''دیور تو تمہارا بہت اچھا ہے۔'' چچی کی آنکھیں چمک گئی تھیں۔

''گھر کے سب افراد اچھے ہیں۔'' جواب میں وہ کویا ہوئی۔

''کسی دن سب سے جا کے میں خود مل آؤں گی۔شہمل بیٹا سے تو مجھے معافی بھی مانگنی ہے۔''

''آنٹی اپنے بھائی ناراض کسی سے نہیں ہوتے ہیں البتہ جب ہوتے ہیں تو ایسا کہ منا منا کے تھک جاؤ۔'' فرجام نے جتایا۔اقصیٰ جو پہلو بدل کے رہ گئی۔مغرب کے بعد اس نے اجازت لے لی تھی۔دروازے پر وہ چھوڑنے آئی تو فرجام پھر رکا وہ بھی ٹھٹھک گئی۔

''بھابی! آپ بھائی کو صفائی کا موقع تو دیتیں اتنا بڑا خط ان کے نام چھوڑ کے آ گئیں۔'' وہ افسردہ سے لہجے میں شکوہ کرنے لگا۔

''فرجام! یہ سب کی خوشی کے لیے ضروری ہے کیونکہ میں سب کو خوش رکھنا چاہتی ہوں۔'' آنکھوں میں آنسو تھے یہ وہ جانتی تھی کس دل سے کہہ رہی تھی۔فرجام پھیکی سی ہنسی ہنس کے رہ گیا۔

✿✿✿

''مجھے تم سے اتنی حماقت کی امید نہیں تھی۔'' بابا ان پر برہم ہو رہے تھے جو ان کے سامنے سر جھکائے بیٹھے تھے۔

''میں نے آپ سے کہہ دیا تو کہہ دیا وہ خود گئی ہے اور خود آئے۔میں لے کے نہیں آؤں گا۔'' انہیں تو اقصیٰ پر رہ رہ کے غصہ آ رہا تھا جو ان کے لیے اتنا کچھ خط میں لکھ کے چلی گئی تھی۔ایک بار بھی منانے کی کوشش نہ کی الٹا انہیں مشورے دے کے چلی گئی۔

''بھائی صاحب! اس لڑکے کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔'' چچی جان کو نرم طبیعت والے شہمل کی ضدی طبیعت پر حیرانی ہوئی جو اکڑے ہوئے تھے۔

''چچی جان! اسے سب کو خوش رکھنے کی بیماری ہے۔ٹھیک ہے آپ صفدر ماموں سے کہیں شادی کی وہ کوئی بھی تاریخ رکھ لیں میں اب شادی ضرور کروں گا۔'' بلاوجہ کی انہوں نے تو اقصیٰ سے ضد باندھ لی تھی۔

''بھابی! یہ تو فضول میں اکڑ رہا ہے۔ہم خود ہی اپنی بہو کو لے آئیں گے۔'' چچی جان کے لہجے میں ایک دم ہی شہد گھل گیا تھا۔جب سے وہ گئی تھی انہیں احساس ہو گیا تھا کہ کسی کی زندگی کا فیصلہ کوئی زبردستی نہیں کر سکتا۔شہمل اس کے ساتھ خوش ہیں تو کیا چاہیے اور پھر نورین بھی تو ان سے جاتے وقت کتنی بدتمیزی کر کے گئی تھی حالانکہ وہ ان کی بھتیجی تھی ذرا لحاظ نہ کیا اور اقصیٰ تو غیر تھی لیکن اونچی آواز تک میں بات نہ کی تھی۔بیماری میں بھی ان کا خیال ہی رکھتی رہی تھی۔

اسی دن شام کو جا کے گھر کے بزرگ ہی اسے لے آئے تھے۔اقصیٰ تو خواب کی سی کیفیت میں تھی۔اس پر شادی مرگ طاری ہو گیا۔وہ اتنی زیادہ خوشیاں ملنے پر اپنے مالک کے آگے سجدہ ریز ہو گئی جسے اس کی صابر و شاکر طبیعت پسند آئی تھی۔

''بابا! زبردست سا ولیمہ ہونا چاہیے ان دونوں کا۔'' فرجام نے شہمل کے ہال میں آتے ہی شوخی سے کہا۔

''ہاں میں نے سارا انتظام ہوٹل میں کروالیا ہے۔''

''واہ مجھ سے اچھے تو چچا جان ہیں سب کچھ کر لیا۔'' فرجام ہنسا۔

شہمل جھٹکے سے اٹھ گئے۔اقصیٰ جب سے آئی تھی ان کا سرد رویہ نوٹ کر رہی تھی۔بھولے سے بھی اس کی جانب دیکھنے کی کوشش نہیں کر رہے تھے۔

''شہمل! کہاں جا رہے ہو بیٹھو؟'' بابا جان نے فہمائشی انداز میں گھورا۔

''مجھے نیند آ رہی ہے۔'' وہ مڑے بغیر بولے اور چلے گئے۔

اقصیٰ کو چچی جان اور امی نے ٹہوکا مار کے اوپر جانے کو کہا اسے ویسے ہی شرم و گھبراہٹ ہو رہی تھی۔

''لائٹ آف کر دو مجھے نیند آ رہی ہے۔'' وہ بیڈ پر لیٹے ہوئے تھے۔

اقصیٰ نے حسرت بھری نگاہ اٹھائی جو مکمل بے گانہ ہی لگ رہے تھے۔اس نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور پژمردہ قدموں سے کمرے سے نکل گئی۔

''ہونہہ محترمہ کو منانا بھی نہیں آتا۔دیکھتا ہوں کب تک میری پروا نہیں کرتی۔'' وہ لیٹے ہوئے بڑبڑا رہے تھے۔

ادھر اقصیٰ ڈرائنگ روم میں آ گئی تھی سب کی نظر سے خود کو بچا کے کیونکہ وہ اپنی وجہ سے دوبارہ کوئی مسئلہ کھڑا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

حسبِ معمول صبح ناشتے پر سب موجود تھے۔شہمل اٹھ کے نہ آئے تھے وہ کڑھ کے رہ گئی تھی۔لب کاٹتی وہ سارا کام ہی کرتی رہی تھی۔

''اقصیٰ بیٹا! وہ کیا نام ہے تمہاری چچا کی بیٹی کا؟'' بابا اچانک ہی کویا ہوئے۔

''تحریم۔'' فرجام نے تیزی سے نام لیا مگر فوراً زبان دانتوں تلے داب لی۔بابا کی تنقیدی نگاہوں کا رخ اس پر ہو گیا جب کہ وہاں موجود باقی افراد ہنسنے لگے۔

''فرجام! سدھر جاؤ۔''

''سدھرنے کا ایک چانس ہے۔'' وہ معنی خیزی سے بولا۔

''تمہاری لگام بھی دیتا ہوں میں کسی کے ہاتھ میں۔'' وہ گھورنے لگے۔

''تحریم بھی بری نہیں ہے۔'' وہ شوخ سے لہجے میں ہانک لگاتا بھاگ لیا۔

سب کی متفقہ رائے سے تحریم کا رشتہ فرجام کے لیے مانگ لیا گیا تھا۔

''دیکھئے ابرار صاحب! ہم صرف منگنی کر رہے ہیں ایک ماہ میں تو تیاری کر سکتے ہیں۔'' بابا چچا جان کے پریشان ہونے پر قدرے توقف کے بعد بولے۔

''لیکن انور صاحب! بیٹی کی تیاریاں بھی تو بہت ہوتی ہیں۔'' چچی جان نے بھی لب کشائی کی۔وہ تو نہال ہی ہو گئی تھیں کہ ان کی دوسری بیٹی بھی اس خاندان میں جا رہی تھی۔اقصیٰ نے ان کے ہاتھ تھام لیے۔

''چچی جان صرف تحریم چاہیے ہمیں۔''

''لیکن اقصیٰ۔'' ان کی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

''بس بھئی بس سب طے ہو گیا۔شہمل اور اقصیٰ کا ولیمہ ہے پرسوں اتوار کو اسی دن دونوں کی منگنی ہو گی۔شادی میں چلئے چھ ماہ رکھ لیتے ہیں۔'' زینب ان کی تسلی کے لیے اتنا وقت دینے کو تیار ہو گئی تھیں۔پھر چچی اور چچا اسی پر مطمئن ہو گئے تھے۔تحریم تو ابھی تک سکتے میں تھی۔اتنی جلدی وہ بھی کسی کی بننے جا رہی تھی۔شام کو اقصیٰ نے ہی رات کے کھانے کا اہتمام کیا۔اس طرح یہ ہنستا مسکراتا قافلہ بارہ بجے روانہ ہو گیا تھا۔

''بھابی! ایک ملاقات ہو سکتی ہے۔'' فرجام سر کھجاتے شرماتے ہوئے انداز میں بولا جو شاپنگ پر جانے کی تیاری کر رہی تھی۔چچی جان اور امی کے ساتھ ہی عروسی لباس کی خریداری کرنی تھی پھر صحیح معنوں میں تو اس کی شادی اب ہو رہی تھی۔

''ٹھیک ہے کروا دوں گی۔'' اس نے فرجام کے بال ہی بگاڑ دیئے۔

''بھابی! بھائی اوپر چیخ رہے ہیں ان کی شرٹ پر استری نہیں ہوئی ہے۔'' طلحہ گھبرایا ہوا آیا تھا۔

''کرن سے کروالو کہہ دو شہمل سے جا کے ہمیں بازار جانا ہے۔'' امی اپنا پرس اٹھا کے جانے کے لیے اٹھ گئی تھیں۔

''امی! میں پہلے کر دوں۔'' وہ شہمل کو اب مزید ناراض نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔وہ اوپر آ گئی تھی شرٹ ان کے ہاتھ میں تھی۔

''لائیے میں کر دوں۔'' گلابی کپڑوں میں بڑی سی چادر میں خود کو چھپائے ان کے سامنے سراپا سوال ہی بنی کھڑی تھی۔

''تم آخر سمجھتی کیا ہو خود کو؟'' وہ تو غضب ناک انداز میں آگے بڑھے اور اقصیٰ کو بازو سے پکڑ کر خود سے قریب ہی کر لیا۔دونوں اتنے قریب تھے کہ شہمل کی گرم گرم

سانسوں سے اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔نگاہ ملا ہی نہ پائی تھی۔

''وہ میں تو .....''اس کی آواز بھی نہیں نکل رہی تھی۔

''تم بس دوسروں کی پروا کرنا جانتی ہو۔شوہر کی تمہاری نگاہ میں کوئی اہمیت ہی نہیں۔''وہ بھڑک اٹھے۔

اقصیٰ وحشت زدہ ہی رہ گئی۔اس لمحے نرم طبیعت والے شہل خون خوار لگ رہے تھے۔آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے وہ لرز گئی۔

''دفع ہو جاؤ یہاں سے اور میرے سامنے اپنی شکل لے کر مت آنا کیونکہ سارے فیصلے تم خود کرتی ہو اور کر لو جا کے۔''وہ واش روم میں گھس گئے۔اقصیٰ ہکا بکا سی رہ گئی تھی۔سب لوگ اس سے راضی ہوئے تو اس کا مجازی خدا اس کے دل کا مکین ہی ناراض تھا۔کچھ لمحوں میں وہ باہر آئے ایزی سا کرتا شلوار زیب تن کر لیا تھا۔ان کی کسی سے ملاقات تھی وہ بھی کینسل کر دی تھی۔

''اقصیٰ! جلدی آجاؤ۔''امی کی آواز پر چونکی تھی۔

شہل اس سے پہلے کمرے سے نکلے چچی جان امی نے اس کے سپاٹ سے چہرے کو دیکھا جو گلاس ڈور کھول کے باہر نکل گئے تھے۔اقصیٰ مرے مرے قدموں سے نیچے آگئی تھی اور پھر جو روئی تو اسے چپ کرانا ہی مشکل ہو گیا۔

''امی! وہ ناراض ہو گئے ہیں۔''

''ارے تو تم منا لو نا۔اس میں رونے کی کیا بات ہے۔''چچی جان نے ساتھ لگا لیا۔امی تو خود شہل کے تیور کئی دنوں سے نوٹ کر رہی تھیں۔انہیں بھی ان پر غصہ آنے لگا تھا۔ان کی بھولی بھالی بہو کو ڈرا کر جو رکھا ہوا تھا۔

کل دونوں کا ولیمہ تھا۔شاپنگ کرنے تک نہ گئی۔چچی جان اور امی ہی خود ہی اس کے لیے اور تحریم کے لیے لباس لے آئی تھیں۔کرن نے زبردستی اس کے ہاتھوں پیروں پر مہندی لگائی تھی۔اپنا قیام بھی اب تو کرن کے کمرے میں کر لیا تھا۔وہ رات کی درمیانی شب دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر شہل کے کمرے کے آگے کھڑی تھی۔ہاتھوں پیروں کی مہندی سوکھ گئی تھی۔

''بھابی! آپ سوئی نہیں؟''طلحہ کو شاید پیاس لگی تھی وہ نیچے سے ٹھنڈے پانی کی بوتل لینے اوپر آرہا تھا۔

''ہاں وہ میں جا رہی ہوں۔''گڑبڑاہٹ میں وہ دروازہ کھول کے اندر آگئی۔وہاں کا خواب ناک منظر دیکھ کر حیران ہو گئی۔پورا کمرہ سجا ہوا تھا۔وہ نائٹ بلب کی ملگجی روشنی میں کمرے کا تفصیلی جائزہ لینے لگی۔

''اب بھی کیوں آئی ہو۔''شہل کی آواز نے اسے چونکا دیا تھا۔لگتا تھا وہ خود بھی نہیں سوئے تھے۔

''جی وہ میں جا رہی ہوں۔''وہ بوکھلاہٹ میں جانے ہی لگی تھی مگر پھر ایک لمحے کو رک گئی۔

''روز کیا میرا تماشا دیکھنے آتی ہو۔''وہ پھنکارے۔

اقصیٰ کے دل میں تو ان کا سرد رویہ تر ازو ہی ہو گیا'روتی ہوئی وہ نکل گئی۔

''فان کلر کے عروسی جوڑے میں فل میچنگ اور میک اپ میں کوئی ماورائی مخلوق لگ رہی تھی۔وہ اسٹیج پر بیٹھی تھی۔شہل بلیک تھری پیس سوٹ میں ناراض ناراض سے اسے نظر آرہے تھے۔تحریم اور فرجام کو بھی ساتھ بٹھا کے منگنی کی رسم کر دی گئی تھی۔دونوں صوفے پر بیٹھے تھے۔درمیان والے صوفے پر اقصیٰ تھی۔تحریم پنک کامدانی سوٹ میں بھی سنوری پیاری لگ رہی تھی۔فرجام نے کرتا شلوار زیب تن کیا تھا۔

''پیاری لگ رہی ہو۔سوچ رہا ہوں یہ چھ ماہ کیسے گزاروں گا۔''وہ سرگوشی میں بولا۔

''مجھے آگے پڑھنا ہے۔''تحریم نے آہستگی سے اپنی خواہش ظاہر کی۔

''سنو یہ پڑھائی وغیرہ کا کھڑاک پھیلانے کی ضرورت نہیں ہے۔تم صرف مجھے پڑھنا۔''خاصے رُعب و دھونس سے اس کے ہاتھوں کو تھام کے بولا وہ حیا سے سمٹ کے رہ گئی۔

رافع اور حمزہ نے کھانا شروع کر دیا۔طلحہ باری باری اپنی دونوں بھابیوں سے نیگ وصول کر رہا تھا۔

''بھابی! اتنی اداس مت ہوں۔بس ڈنر کے بعد آپ کو بھائی کے حوالے کر دیا جائے گا۔''فرجام نے معنی خیز سی شرارت کی وہ جھینپ گئی۔اتنے میں ڈنر ہوا تمام مہمان دونوں جوڑیوں کو ستائشی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔اقصیٰ سے کچھ بھی نہیں کھایا جا رہا تھا۔

دو بجے جا کے تمام لوگ تھک کے گھر آئے تھے۔اقصیٰ تو فوراً ہی کمرے میں چلی گئی تھی۔اسے شہل کی بے رخی مارے ڈال رہی تھی۔ایک ایک چیز بے دردی سے اتار رہی تھی۔آج تو ابو بھی اتنی شدت سے یاد آرہے تھے۔کاش وہ اس وقت ہوتے تو ان کے سینے سے لگ کر وہ اپنا سارا درد کہہ دیتی۔ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اپنے قیامت خیز حسن کو دیکھ کر نخوت سے منہ بنایا تھا۔اسی وقت شہل سپاٹ سے انداز میں اندر آئے۔انہوں نے ایک استحقانہ نگاہ اس ملکوتی حسن والی پری پیکر کو مبہوت سے دیکھا جسے آج پہلی بار تمام ہتھیاروں سے لیس تھی۔وہ کھو سے گئے تھے۔اقصیٰ خفیف سی ہو گئی۔اپنا لہنگا دونوں ہاتھوں سے سنبھالتی وہ ڈریسنگ ٹیبل کے اسٹول سے کھڑی ہوئی۔

شہل اسے پھر نظر انداز کرتے وارڈ روب کی جانب بڑھے تھے۔وہ دل مسوس کر رہ گئی۔وہ اب بھی اس سے کچھ نہ بولے تھے۔اب پہل اسے ہی کرنی تھی۔

''آپ آخر میرا قصور بتا کیوں نہیں دیتے۔''وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔شہل نے چونک کر اس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھا۔آنچل ڈھلک کر شانوں پر پڑا تھا۔

''اگر میں اتنی بری لگنے لگی ہوں تو زندگی سے خارج کر دیں۔''

''شٹ اپ۔''وہ پوری طاقت سے چیخے۔''ہر بار تم فیصلے کیوں کرتی ہو۔میں ایسا کاٹھ کا اُلو ہوں کہ تم مجھے بے وقوف بناتی رہو گی۔''

''میں ایسا کچھ نہیں سمجھتی۔''وہ تو روہانسی ہو گئی۔فسوں خیز آنکھوں میں پانی آگیا۔

''تمہیں سارے زمانے کی پروا ہے ہر شخص کی فکر ہے نہیں ہے تو صرف اپنے شوہر کی۔''وہ دانت پیسنے لگے۔

اقصیٰ متوحش زدہ سی رہ گئی۔کتنا غلط سوچ رہے تھے کب سے وہ ان کی بے رخی کی آگ میں جل رہی تھی اور سارا الزام وہ اس پر ڈال رہے تھے۔

''آپ نے مجھے غلط سمجھا ہے۔ایک دن بھی تسلی کے بول بولے آپ نے؟''

''کیسے بولتا اتنا لمبا خط لکھ کر چلی گئیں کہ مجھے طلاق دے دیں اور نورین سے شادی کر لیں جیسے میں نورین کے عشق میں دیوانہ ہو رہا تھا ناں۔''طنز بھرے لہجے میں بولتے اسے شانوں سے پکڑ لیا وہ کانپنے ہی لگی تھی۔اتنے غضب ناک لگ رہے تھے کہ وہ انہیں بت بنی دیکھے گئی۔

''گھر کے تمام افراد کا دل جیت لیا ایک فکر نہ ہوئی تو میرے دل کی یہ کیا چاہتا ہے۔''انہوں نے جھٹکے سے اسے چھوڑا وہ تو واقعی انہیں بھول گئی تھی۔ان کی طرف سے وہ منفی سوچوں کا شکار ہو گئی تھی۔

''مجھے معاف کر دیں میں بہت بری ہوں۔''اس نے ان کے سینے پر اپنا سر ٹیک دیا۔شہل اس کے ایک دم ہی بکھرنے پر گھبرا گئے۔

''اچھا اچھا بس کرو۔رو دھو کر اپنا حلیہ خراب مت کرو۔''فوراً ہی وہ مان گئے دل کی بھڑاس جو نکال لی تھی۔

''یہ تم کبھی سوچنا بھی نہیں کہ تم بری ہو بلکہ تم اتنی اچھی ہو کہ سب کا دل جیت لیا اور مجھے تو پہلی نظر میں ہی جیت چکی تھیں۔''انہوں نے حصار تنگ کر لیا اور اقصیٰ نے بھی وارفتگی سے انہیں محسوس کیا تھا۔

''کون کہتا ہے تم جیسی سادہ سی لڑکی گھر نہیں بسا سکتی بلکہ تم تو وہ ہو جو اپنا نقصان کر لو گی مگر دوسروں کو خوش رکھو گی۔''

''یہ تو فرمانِ خدا بھی ہے وہ کہتا ہے تم مجھے جب خوش رکھ سکتے ہو جب تم میرے بندوں کو خوش رکھو۔شاید یہی بات میرے رب کو پسند آئی ہو۔''وہ بھیگے بھیگے لہجے میں بولی۔

''آج کے دور میں بہت کم لوگ یہ سوچتے ہیں۔''انہوں نے اقصیٰ کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لیا نگاہوں سے نگاہیں ملی تھیں مگر شہل کی نگاہ میں معنی خیزی اور شرارت تھی وہ اس کے حسن کو چھو کر دیکھنا چاہتے تھے۔آج وہ خود کو ان کی سپردگی میں اپنی رضا سے دے چکی تھی۔انہوں نے شوخ سی شرارت کر دی تھی۔

''آج کے بعد تم مجھ سے کبھی دور نہیں ہو گی۔''

اقصیٰ ان کی شوخی پر شرم و حیا سے سمٹ کے ہی رہ گئی۔وہ رات دونوں کے لیے خوشیاں لے کے آئی تھی۔